کیرالا ریڈر

اردو

دسویں جماعت

Kerala Reader

URDU

Standard

X

GOVERNMENT OF KERALA

DEPARTMENT OF EDUCATION

Prepared by

State Council of Educational Research and Training (SCERT)

KERALA

2011

قومی ترانہ

جن گن من ادھی نا یک جیہ ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا
پنجاب سندھ گجرات مراٹھا
دراوڑ اتکل بنگا
وندھیہ ہماچل یمنا گنگا
اچھل جل دھی ترنگا
توا شبھ نامے جاگے
توا شبھ آشش ماگے
گاہے توا جیا گاتھا
جن گن منگل دایک جۓ ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا
جیہ ہے جیہ ہے جیہ ہے
جیہ جیہ جیہ جیہ ہے!

عہدنامہ

ہندوستان میرا وطن ہے۔تمام ہندوستانی میرے بھائی اور بہن ہیں۔میں اپنے ملک سے محبت کرتا ہوں اور مجھے اس کے متنوع اور بیش بہاورثے پر فخر ہے۔میں ہمیشہ اس کے شایانِ شان بننے کی کوشش کروں گا۔میں اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا ادب کروں گا اور ہر ایک کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آؤں گا ۔میں اپنے ملک اور لوگوں سے عقیدت کا عہد کرتا ہوں،ان کی بھلائی اور خوش حالی میں میری خوشی مضمر ہے۔

Prepared by :

State Council of Educational Research and Training (SCERT)
Poojappura, Thiruvananthapuram 695012, Kerala

Website : www.scertkerala.gov.in
e-mail : scertkerala@asianetindia.com
Phone : 0471 - 2341883, Fax : 0471 - 2341869
First Edition : 2011
Typesetting : SCERT
Lay out : SCERT
Cover design : SCERT
Printed at : KBPS, Kakkanad, Kochi
© Department of Education, Government of Kerala

عزیز طلبہ وطالبات!

دسویں جماعت کی درسی کتاب کیرالا ریڈر اردو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس میں دلچسپ کہانیاں، نظمیں اور ڈرامے شامل ہیں۔

امید کی جاتی ہے کہ اس کتاب کے مطالعے سے اردو زبان وادب سے آپ کی محبت میں اضافہ ہوگا اور آپ کے سماجی شعور کو بھی جِلا ملے گی۔

پروفیسر ایم.اے.قادر
ڈائریکٹر
ایس۔سی ۔ای ۔آر ۔ٹی
کیرالا

Text book Development Committee

Urdu- Standard X

Advisor

Prof. Shafi Shaikh

Professor & HOD(Rtd.) Dept. of Arabic, University of Mumbai

Chairperson

Mohmmed.E

HOD Urdu (Rtd.) Govt. Brennen College, Thalassery.

Members

Dr.Abdul Gaffar.P, HOD Urdu (Rtd.) Govt. College, Malappuram.
Dr.Aboobacker.P.K, HOD Urdu, Govt. College, Malappuram.
Abdul Hameed.P.K, HSA Urdu, GHSS Neeleswaram, Kozhikkode.
Abdulla Kutty.K.P, HSST Urdu, GVHSS Vengara, Malappuram.
Abdul Rahman.P.P, Principal (Rtd.) GTTI (W) Nadakkav, Kozhikkode.
Abdu Nazir Kuyyil, Trainer, BRC Manjeri.
Dr.Ataulla Khan, HOD Urdu SSUS Koyilandy.
Beeran Kutty.N, HSST Urdu, GGHSS Malappuram.
Faisal Mavulladathil, HSST Urdu, GHSS Poonoor, Kozhikkode.
Ismayil.P.K, HOD Urdu, Govt. Brennen College, Thalassery.
Kunhimohamed.C, HSST Urdu, DISHSS, Kannur
Nafeesa.C, HSST Urdu, Union HSS, Mambra, Thrissur.
Shamsuddin.K.P, HSA Urdu, AMHS, Tirurkad.

Artist

Devarajan.P, Drawing Teacher, GHSS Neeleswaram, Kozhikkode.
Asvino Signi, Mukkam, Kozhikkode.

Experts

Dr.Moinuddin Jinabade, Prof. Dept of Urdu, JNU New Delhi.
Dr.Nakulan, Asst.Prof. Dept of Urdu, SSUS Koyilandy.
Prof. Sahib Ali, HOD Urdu, University of Mumbai.
Shaikh Ghouse Mohiyaddeen, HOD Urdu (Rtd.) Govt. Brennen College, Thalassery.

Academic Co-ordinator

Moideen Kutty.N
Research Officer, SCERT, Thiruvananthapuram.

State Council of Educational Research and Training (SCERT)

Vidyabhavan, Poojappura, Thiruvananthapuram - 695 012

فہرست

یونٹ I

آؤ! بچھڑوں کو ساتھ لے لیں — 07-16

- ❖ روٹی نامہ — 08
- ❖ ایک روپیہ کی خاطر — 10
- ❖ تیرے انتظار میں — 14

یونٹ II

جو بوئے گا وہ کاٹے گا — 17-27

- ❖ پسینے کی قیمت — 18
- ❖ شادی کا جوڑا — 20
- ❖ اے غمِ دل — 24
- ❖ سینے سے اٹھتا ہے دھواں — 26

یونٹ III

دنیا میرے آگے — 28-42

- ❖ ایک شاندار استقبال — 29
- ❖ دنیا میرے آگے — 32
- ❖ ہم نوالہ ہم پیالہ — 36

یونٹ IV

تندرستی ہزار نعمت ہے — 43-53

- ❖ غذا ہی دوا ہے — 44
- ❖ خواب بُنتے بُنتے — 47
- ❖ سات کیلے کے چھلکے — 50

یونٹ V

گاتا جائے بنجارا — 54-68

- ❖ یادیں ابھی تازہ ہیں — 55
- ❖ زمین کے تارے — 57
- ❖ میڈ اِن انگلینڈ — 60
- ❖ وطن کی عظمت — 67

یونٹ VI

پھولوں کی مُسکان — 69-77

- ❖ بھیڑ میں اکیلے — 70
- ❖ ایک آرزو — 74

فرہنگ — 78

حصّہ ’ب‘ — 86

آئینِ ہند

(حصّہ ءچہارم (الف))

بنیادی فرائض :

۵۱ الف بھارت کے ہرشہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ

۱) آئین پر کاربند رہے اوراس کے نصب العین اوراداروں، قومی پرچم اورقومی ترانے کا احترام کرے۔

۲) ان اعلیٰ مقاصد کوعزیز رکھے اوران کی تقلید کرے جوآزادی کی تحریک میں قوم کی رہنمائی کرتے رہے ہیں ۔

۳) بھارت کے اقتدار اعلیٰ، اتحاداور سالمیت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرکے ان کا تحفظ کرے۔

۴) ملک کی حفاظت کرے اور جب ضرورت پڑے، قومی خدمت انجام دے۔

۵) مذہبی، لسانی اورعلاقائی وطبقاتی تفرقات سے قطع نظر بھارت کے عوام کے مابین یک جہتی اورعام بھائی چارے کے جذبے کوفروغ دے نیز ایسی حرکات سے باز رہے جن سے خواتین کے وقار کوٹھیس پہنچتی ہو۔

۶) ملک کی ملی جلی ثقافت کی قدر کرے اوراسے برقرار رکھے ۔

۷) قدرتی ماحول کوجس میں جنگلات، جھیلیں، دریا اور جنگلی جانور شامل ہیں محفوظ رکھے، بہتر بنائے اور جانداروں کے تئیں محبت وشفقت کا جذبہ رکھے۔

۸) دانشورانہ رویّے سے کام لے کرانسان دوستی اور تحقیقی واصلاحی شعور کوفروغ دے۔

۹) قومی جائداد کا تحفّظ کرے اور تشدد سے گریز کرے۔

۱۰) تمام انفرادی اوراجتماعی شعبوں کی بہتر کارکردگی کے لیے کوشاں رہے اور متواتر ترقی سے کامیابی کی منازل طے کرنے میں سرگرم عمل رہے۔

۱۱) جووالدین یاسرپرست ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ بچّوں کوجن کی عمر چھ سال اور چودہ سال کے درمیان ہے، تعلیم کے مواقع فراہم کریں۔

کیرالا ریڈر
اردو
دسویں جماعت

Kerala Reader
URDU
Standard X

Government of Kerala
DEPARTMENT OF EDUCATION

State Council of Educational
Research and Training (SCERT) Kerala.
2011

قومی ترانہ

جن گن من ادھی نایک جیہ ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا
پنجاب سندھ گجرات مراٹھا
دراوڑ اتکل بنگا
وندھیہ ہماچل یمنا گنگا
اچھل جل دھی ترنگا
توا شبھ نامے جاگے
توا شبھ آشش ماگے
گاہے توا جیا گاتھا
جن گن منگل دایک جئے ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا
جیہ ہے جیہ ہے جیہ ہے
جیہ جیہ جیہ جیہ ہے

عہدنامہ

ہندوستان میرا وطن ہے۔تمام ہندوستانی میرے بھائی اور بہن ہیں۔میں اپنے ملک سے محبت کرتا ہوں اور مجھے اس کے متنوع اور بیش بہا ورثے پر فخر ہے۔میں ہمیشہ اس کے شایانِ شان بننے کی کوشش کروں گا۔میں اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا ادب کروں گا اور ہر ایک کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آؤں گا ۔میں اپنے ملک اور لوگوں سے عقیدت کا عہد کرتا ہوں،ان کی بھلائی اور خوش حالی میں میری خوشی مضمر ہے۔

Prepared by :
State Council of Educational Research and Training (SCERT)
Poojappura, Thiruvananthapuram, 695012, Kerala.
Website : www.scertkerala.gov.in
e-mail : scertkerala@asianetindia.com
Phone : 0471 2341883, Fax : 0471 2341869
Type Setting : Ghazal DTP Centre, Kottakkal, Malappuram
Cover design :
Printed at :
First Edition 2011
© Department of Education ● Government of Kerala ● 2011

عزیز طلبہ وطالبات!

دسویں جماعت کی درسی کتاب کیرالا ریڈر اردو
آپ کے ہاتھوں میں ہے۔
اس میں دلچسپ کہانیاں، نظمیں اور ڈرامے شامل ہیں۔
امید کی جاتی ہے کہ اس کتاب کے مطالعے سے
اردو زبان وادب سے آپ کی محبت میں اضافہ ہوگا اور
آپ کے سماجی شعور کو بھی جِلا ملے گی۔

پروفیسر ایم.اے.قادر
ڈائریکٹر
ایس۔سی ۔ای ۔آر ۔ٹی
کیرالا

Text book Development Committee

Urdu- Standard X

Advisor

Prof. Shafi Shaikh

Professor & HOD(Rtd.) Dept. of Arabic, University of Mumbai

Chairperson

E. Mohmmed

HOD Urdu (Rtd.) Govt. Brennen College, Thalassery.

Members

Dr.Abdul Gaffar.P, HOD Urdu (Rtd.) Govt. College, Malappuram.
Dr. Aboobacker.P.K, HOD Urdu, Govt. College, Malappuram.
Abdul Hameed.P.K, HSA Urdu, GHSS Neeleswaram, Kozhikkode.
Abdulla Kutty.K.P, HSST Urdu, GVHSS Vengara, Malappuram.
Abdul Rahman.P.P, Principal (Rtd.) GTTI (W) Nadakkav, Kozhikkode.
Abdu Nazir Kuyyil, Trainer, BRC Manjeri.
Dr.Ataulla Khan, HOD Urdu SSUS Koyilandy.
Beeran Kutty.N, HSST Urdu, GGHSS Malappuram.
Faisal Mavulladathil, HSST Urdu, GHSS Poonoor, Kozhikkode.
Ismayil.P.K, HOD Urdu, Govt. Brennen College, Thalassery.
Kunhimohamed.C, HSST Urdu, DISHSS, Kannur
Nafeesa.C, HSST Urdu, Union HSS, Mambra, Thrissur.
Shamsuddin.K.P, HSA Urdu, AMHS, Tirurkad.

Artist

Devarajan.P, Drawing Teacher, GHSS Neeleswaram, Kozhikkode.
Asvino Signi, Mukkam, Kozhikkode.

Experts

Dr.Moinuddin Jinabade, Prof. Dept of Urdu, JNU New Delhi.
Dr.Nakulan, Asst.Prof. Dept of Urdu, SSUS Koyilandy.
Prof. Sahib Ali, HOD Urdu, University of Mumbai.
Shaikh Ghouse Mohiyaddeen, HOD Urdu (Rtd.) Govt. Brennen College, Thalassery.

Academic Co-ordinator

Moideen Kutty.N
Research Officer, SCERT, Thiruvananthapuram.

State Council of Educational Research and Training (SCERT)
Vidyabhavan, Poojappura, Thiruvananthapuram - 695 012

آئینِ ہند

(حصہ ءچہارم (الف))

بنیادی فرائض :

۵۱ الف بھارت کے ہر شہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ

۱) آئین پر کار بند رہے اور اس کے نصب العین اور اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانے کا احترام کرے۔

۲) ان اعلیٰ مقاصد کو عزیز رکھے اور ان کی تقلید کرے جو آزادی کی تحریک میں قوم کی رہنمائی کرتے رہے ہیں۔

۳) بھارت کے اقتدار اعلیٰ، اتحاد اور سالمیت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کر کے ان کا تحفظ کرے۔

۴) ملک کی حفاظت کرے اور جب ضرورت پڑے، قومی خدمت انجام دے۔

۵) مذہبی، لسانی اور علاقائی وطبقاتی تفرقات سے قطع نظر بھارت کے عوام کے مابین یک جہتی اور عام بھائی چارے کے جذبے کو فروغ دے نیز ایسی حرکات سے باز رہے جن سے خواتین کے وقار کو ٹھیس پہنچتی ہو۔

۶) ملک کی ملی جلی ثقافت کی قدر کرے اور اسے برقرار رکھے۔

۷) قدرتی ماحول کو جس میں جنگلات، جھیلیں، دریا اور جنگلی جانور شامل ہیں محفوظ رکھے، بہتر بنائے اور جانداروں کے تئیں محبت وشفقت کا جذبہ رکھے۔

۸) دانشورانہ رویّے سے کام لے کر انسان دوستی اور تحقیقی واصلاحی شعور کو فروغ دے۔

۹) قومی جائداد کا تحفّظ کرے اور تشدد سے گریز کرے۔

۱۰) تمام انفرادی اور اجتماعی شعبوں کی بہتر کارکردگی کے لیے کوشاں رہے اور متواتر ترقی سے کامیابی کی منازل طے کرنے میں سرگرم عمل رہے۔

۱۱) جو والدین یا سرپرست ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ بچّوں کو جن کی عمر چھ سال اور چودہ سال کے درمیان ہے، تعلیم کے مواقع فراہم کریں۔

فہرست

یونٹ I

آؤ! بچھڑوں کو ساتھ لے لیں	07-16
❖ روٹی نامہ	08
❖ ایک روپیہ کی خاطر	10
❖ تیرے انتظار میں	14

یونٹ II

جو بوئے گا وہ کاٹے گا	17-27
❖ پسینے کی قیمت	18
❖ شادی کا جوڑا	20
❖ اے غمِ دل	24
❖ سینے سے اٹھتا ہے دھواں	26

یونٹ III

دنیا میرے آگے	28-42
❖ ایک شاندار استقبال	29
❖ دنیا میرے آگے	32
❖ ہم نوالہ ہم پیالہ	36

یونٹ IV

تندرستی ہزار نعمت ہے	43-53
❖ غذا ہی دوا ہے	44
❖ خواب بُنتے بُنتے	47
❖ سات کیلے کے چھلکے	50

یونٹ V

گاتا جائے بنجارا	54-68
❖ یادیں ابھی تازہ ہیں	55
❖ زمین کے تارے	57
❖ میڈاِن انگلینڈ	60
❖ وطن کی عظمت	67

یونٹ VI

پھولوں کی مُسکان	69-76
❖ بھیڑ میں اکیلے	70
❖ ایک آرزو	74

یونٹ ۱

آؤ! بچھڑوں کو ساتھ لے لیں

ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
درد مندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا

محمد اقبالؔ

روٹی نامہ

معمول کے مطابق اَدّو صبح سویرے احمد صاحب کے گھر کے باغ کو سینچ رہا ہے۔سورج کی کرنیں اس کی آنکھوں کو چُندھیا رہی ہیں۔ چڑیوں کی چہچہاہٹ اور پھولوں کی مسکراہٹ سے وہ اپنے سارے دکھ درد بھول گیا ہے۔ اس عالم میں وہ گنگنانے لگتا ہے۔

روٹی جب آئی پیٹ میں سو قند گُھل گئے　　گلزار پھولے آنکھوں میں اور عیش تُل گئے
دو تر نوالے پیٹ میں جب آ کے ڈھل گئے　　چودہ طبق کے جتنے تھے سب بھید کھل گئے
یہ کشف یہ کمال دکھاتی ہیں روٹیاں

کپڑے کسی کے لال ہیں روٹی کے واسطے　　لمبے کسی کے بال ہیں روٹی کے واسطے
باندھے کوئی رومال ہیں روٹی کے واسطے　　سب کشف اور کمال ہیں روٹی کے واسطے
جتنے ہیں روپ سب یہ دکھاتی ہیں روٹیاں

پوچھا کسی نے یہ، کسی کامل فقیر سے　　یہ مہر و ماہ حق نے بنائے ہیں کاہے کے
وہ سن کے بولا، بابا خدا تجھ کو خیر دے　　ہم تو نہ چاند سمجھیں نہ سورج ہیں جانتے
بابا ہمیں تو یہ نظر آتی ہیں روٹیاں

(نظیر اکبر آبادی)

بچّو! یہ نظم ترنّم سے سنایئے۔

بچّو! اس نظم کا کون سا بند آپ کو زیادہ اچّھا لگا؟ اور کیوں؟

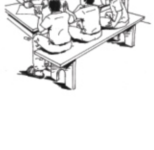
ہم تو نہ چاند سمجھیں نہ سورج ہیں جانتے
بابا ہمیں تو یہ نظر آتی ہیں روٹیاں
بتایئے، فقیر کو چاند اور سورج روٹیاں کیوں نظر آتے ہیں؟

ایک روپیے کی خاطر

اَدّو! اَدّو!

بڑے صاحب کی آواز سنتے ہی ادّو آنگن کی طرف دوڑا۔

کار دھکیلتے ہوئے ادّو نے سوچا کہ آج چونّی کی بات صاحب کو یاد دلا دوں!

مگر صاحب کو شاید خود ہی یاد آ گیا۔

انھوں نے پرس نکالا اور چونّی ڈھونڈی،

چونّی نہ ملی تو پرس بند کر کے اسے جیب میں رکھا اور کار اسٹارٹ کر دی۔

روز کار دھکیلنے سے اس کے سینے میں درد ہونے لگا تھا۔

گیٹ کی طرف مڑتے ہی اس کی نظر زمین پر گئی اور وہ تیزی سے ادھر جھپٹا۔

اس کی مُٹھّی میں ایک روپیے کا کرارا نوٹ تھا۔

سچ مچ کا نوٹ۔ خوف اور خوشی کے مارے وہ کانپنے لگا۔

کتنی بار خوانچہ میں رکھے ہوئے پھلوں نے اسے اشارہ کیا تھا، میز پر رکھی ہوئی مٹھائیوں نے اسے بلایا تھا۔ بیگم صاحب کے پاندان سے اٹھنی، چونّی گر جاتی تو وہ جھاڑو دیتے وقت اسے یوں اٹھاتا جیسے جلتا ہوا انگارہ چھولیا ہو۔ بھلا ایک چونّی کی خاطر دوزخ کا عذاب وہ کیوں مول لیتا۔

روپیہ ہاتھ میں آتے ہی ادّو اندیشوں میں گھِر گیا۔

روپیہ ہاتھ میں آتے ہی ادّو کیوں اندیشوں میں گھِر گیا؟

وہ آہستہ آہستہ بازار کی سمت جانے لگا اور پھر فٹ پاتھ پر بیٹھ کر غور سے روپیے کو دیکھنے لگا۔ وہ اپنے آپ کو صاحب کی طرح اونچا محسوس کر رہا تھا۔

آج اس کی جیب میں ایک روپیہ تھا۔ سچ مچ کا ایک روپیہ۔

اب اس کے منہ میں نہ جانے کتنی چیزوں کا ذائقہ گھُل رہا تھا۔

فٹ پاتھ کے ہر خوانچہ فروش سے اس نے پوچھا

’’ گاجریں کتنے میں کیلو دوگے؟ سیتا پھل روپیے میں کتنے دوگے؟ ایک روپیہ والی

آئس کریم ہے؟''

ان سب چیزوں کے نام پوچھ کر اس کے دل میں ایسی ٹھنڈک ہوگئی جیسے اس نے ایک روپیے والی آئس کریم کا پورا گلاس کھا لیا ہو۔

ایک ٹھیلے میں پکّے پکّے موز بک رہے تھے۔ بہت دنوں سے اس کا جی چاہ رہا تھا موز کھانے کو۔ جلدی سے اس نے ایک موز خرید لیا۔ پھر جب ٹھیلے والے نے ایک اٹھنی اور ایک چونّی واپس کی تو اڈّو کا دل دھک سے ہوگیا......

لو روپیہ ختم..............

صرف ایک اٹھنی اور ایک چونّی رہ گئی

''نہیں چاہیے مجھے موز............''

اڈّو نے ٹھیلے والے سے کیوں کہا کہ اسے موز نہیں چاہیے؟

اس نے جلدی سے موز ٹھیلے میں رکھ دیا اور اپنا روپیہ مٹھی میں دبا لیا۔

وہ روپیہ میں آپا کی منّی کو دے آؤں گا۔

آپا بے چاری سسرال میں کتنی دبلی ہوگئی ہے۔ ایک بار وہ پانچ میل چل کر آپا کے گھر گیا تھا تو آپا اسے دیکھ کر بالکل خوش نہ ہوئی اسے ایک کونے میں لے جا کر بولی۔

''اڈّو تو یہاں مت آیا کر۔ میری ساس طعنے دیتی ہے کہ ماموں کیا لایا ہے، منّی کے لیے؟''

''اڈّو تُو یہاں مت آیا کر۔ میری ساس طعنے دیتی ہے کہ ماموں کیا لایا ہے۔''
بچّو! بتایئے آپا کا یہ جملہ سن کر اڈّو کے دل میں کیا خیالات ابھرے ہوں گے؟

بس تواب کی عید پر منّی کو ایک روپیہ دے آؤں گا۔ آپا خوش ہو جائیں گی۔

اڈّو! اڈّو! آج صبح سے کہاں غائب ہے تو.......... تیری بیگم مالکن خفا ہو رہی ہیں۔

پڑوس کی ماما نے اسے دیکھ کر پکارا۔ گھبرا کے اڈّو روپیہ جیب میں رکھنے لگا۔

کیا تُو بنگلے سے کچھ چرا کر بھاگا ہے آج؟

نہیں ماما، میں چوری کیوں کروں گا....''

اڈّو نے ماما کو ٹال دیا۔ مگر آنسو تھمنے کو تیار نہیں تھے۔

''کہیں بیگم صاحب کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ روپیہ چرا کے بھاگا ہے تو وہ پولیس کو بلا لیں گی۔ لوگ اسے چور چور پکاریں گے۔''

مرے مرے قدموں سے وہ صاحب کے بنگلے کے پھاٹک میں داخل ہوا۔

اس کی آمد کی اطلاع پہلے ہی پہنچا دی گئی اور سارے لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے۔

اڈّو سر جھکا کر دھیمی آواز میں کہنے لگا۔ ''صبح گیٹ کے پاس پڑا ملا تھا......''

میل اور پسینے میں بھیگا ہوا روپیہ اس نے بیگم صاحب کے سامنے رکھ دیا۔

(جیلانی بانو کے افسانے 'اڈّو' کی تلخیص)

میل اور پسینہ میں بھیگا ہوا روپیہ اس نے بیگم صاحب کے سامنے رکھ دیا۔
بچّو! پھر کیا ہوا ہوگا؟ اَڈّو کی اس کہانی کو آگے بڑھایئے۔

تیرے انتظار میں

اَڈّو! اَڈّو!

گھر کے دوسرے نوکر رامو کی آواز سن کر اڈّو نے مڑ کر دیکھا۔

دیکھو اڈّو! فکر مت کرو، دنیا میں ہر کسی کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، رامو نے اپنے پتاجی کا خط اڈّو کے سامنے رکھ دیا۔

اڈّو خط پڑھنے لگا۔

گلاب نگر

۵/جولائی ۲۰۱۱ء

پیارے راموبیٹے! جیتے رہو

مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم اس بار بھی دیوالی کے روز گھر نہیں آؤ گے۔ دیوالی کے ایک ہفتہ پہلے ہی سے میں، تمھاری ماتا جی اور تمھاری چھوٹی بہن انیشا ہم سب تمھارا انتظار کر رہے تھے۔ مگر.......... تمھاری منیشا دیدی بھی دیوالی میں نہیں آئی۔ اس کے سسرال والے اب جہیز کے نام پر اور رقم طلب کر رہے ہیں۔

حال ہی میں تمھارے ماما جی آئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم ہمیں یاد نہیں کرتے۔ تم اپنی منیشا دیدی کے گھر بھی نہیں جاتے۔ لیکن میں تمھارے نہ جانے کی وجہ اچّھی طرح جانتا ہوں۔ تم وہاں اپنے مالک کے گھر کے کام کاج میں بہت مصروف رہتے ہو۔

تم اچّھی طرح جانتے ہو کہ تمھاری چھوٹی بہن انیشا نے اب اٹھارہویں سال میں قدم رکھا ہے۔ اب اس کی شادی ہو جانی چاہیے۔ لیکن جو بھی رشتہ آتا ہے وہ جہیز کا مطالبہ کرتا ہے۔ تم نے گھر بیچ کر جہیز دینے کا جو مشورہ دیا تھا وہ مجھے منظور نہیں ہے۔ میں جہیز دے کر داماد خریدنا نہیں چاہتا۔

انیشا بہت ہوشیار لڑکی ہے۔ خوبصورت اور ہنرمند بھی ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ بہت جلد کوئی نہ کوئی نیک لڑکا بغیر جہیز کے لالچ کے اس سے شادی کرنے کے لیے تیار ہو جائے گا۔ پھر اوپر والا جو چاہے ....

تمھارے پتا جی

رامو گھر بیچ کر بہن کی شادی کرنے کا مشورہ دیتا ہے۔ لیکن اس کے ابّا گھر بیچ کر داماد خریدنا نہیں چاہتے۔ اس مسئلہ پر بحث کیجیے اور اپنے خیالات کا اظہار کیجیے۔

بچّو! رامو اس خط کا جواب لکھنا چاہتا ہے۔ جوابی خط لکھنے میں رامو کی مدد کیجیے۔

بچّو! ہمارے سماج میں جہیز ایک مسئلہ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ گروہ میں بحث کر کے جہیز پر ایک مقالہ تیار کیجیے اور سمینار میں پیش کیجیے۔

یونٹ II

جو بوئے گا وہ کاٹے گا

ان ہاتھوں کی تعظیم کرو
ان ہاتھوں کی تکریم کرو
دنیا کے چلانے والے ہیں
ان ہاتھوں کو تسلیم کرو

علی سردارؔ جعفری

پسینے کی قیمت

سُکمار بازار کی طرف روانہ ہوا۔ بازار میں چہل پہل تھی۔ وہ اناج کی قیمت پوچھتا ہوا قاسم کی دوکان پر آبیٹھا۔ قاسم اس کے بچپن کا ساتھی تھا۔ دونوں ایک ساتھ دسویں جماعت میں کامیاب ہوئے تھے۔ قاسم کی محنت رنگ لائی اور وہ تجارت میں ترقی کرتا گیا۔

اچّھا! بتاؤ سُکو، کیا حال چال ہے؟ سنا ہے اس سال تم نے کمال کر دیا ہے۔ گاؤں میں سب سے زیادہ اناج تمھارے ہی کھلیان میں ہے۔

سکمار پہلے تو مسکرایا پھر سنجیدہ ہو کر بولنے لگا۔

''ہاں فصل تو اچّھی ہوئی ہے۔مگر گھر کی حالت تم سے چھپی نہیں ہے۔''

سکمار نے جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکالی اور قاسم کے حوالے کر دی۔

سارا اناج بک گیا کیا؟ روپیے گنتے ہوئے قاسم نے پوچھا۔

''نہیں خریدار تو آ رہے ہیں لیکن مناسب دام نہیں مل رہے ہیں۔تھوڑا سا بیچا ہے تا کہ تمھارا ادھار چکا دیا جائے۔''

آج کل کسان کو کھیت کی پیداوار کے مناسب دام نہیں مل رہے ہیں۔اس پر آپ کی کیا رائے ہے؟ وضاحت کیجیے۔

قاسم نے منہ بنا کر کہا۔''میں نے تم سے مانگا تھا کیا؟ تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟

اسی دوران ایک شخص اناج خریدنے آیا۔قاسم نے قیمت بتائی تو سکمار حیرت زدہ رہ گیا۔

قاسم! ہم کسانوں سے خریدا گیا اناج تم اتنے اونچے دام میں بیچ رہے ہو؟ یہ ہمارے ساتھ بڑی ناانصافی ہے۔

''ہم تو بیوپاری ہیں۔جن داموں میں خریدتے ہیں ان پر مناسب منافع لگا کر بیچتے ہیں۔''

بچّو! تمام چیزوں کی قیمتیں روز بروز بڑھ رہی ہیں۔ان کی وجوہات کیا ہیں؟ بحث کر کے ایک نوٹ تیار کیجیے۔

تم جس مناسب منافع کی بات کر رہے ہو وہ دراصل ہم جیسے کسانوں اور مزدوروں کے خون پسینے کی محنت سے حاصل ہوتا ہے، کیا تم کرشن چندر کی وہ کہانی بھول گئے جو ہم نے دسویں جماعت میں پڑھی تھی؟

شادی کا جوڑا

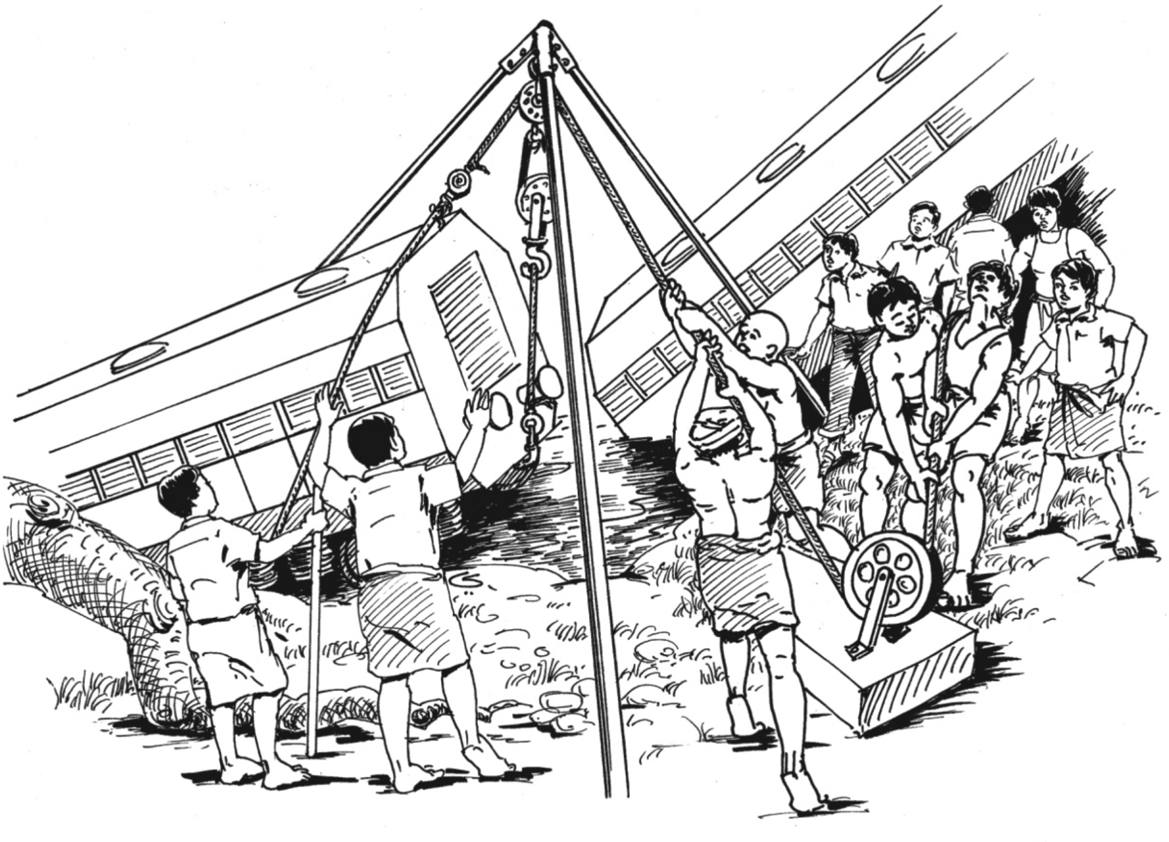

مہالکشمی کے پُل کے اوپر بائیں طرف لوہے کے جنگلے پر چھ ساڑھیاں (ساڑیاں) لہرا رہی ہیں۔ یہ ساڑھیاں پُل کے قریب ہی بائیں طرف آٹھ نمبر کی چال میں رہنے والی عورتوں کی ہیں۔ یہ ساڑھیاں کوئی بہت قیمتی نہیں ہیں۔

پانچویں ساڑھی کا کنارہ گہرا نیلا ہے۔ساڑھی کا رنگ گدلا سرخ ہے لیکن کنارا گہرا نیلا ہے اور اس نیلے میں اب بھی کہیں کہیں چمک باقی ہے۔ یہ ساڑھی دوسری ساڑھیوں سے بڑھیا ہے کیوں کہ یہ ساڑھی پانچ روپیے چار آنے کی نہیں ہے۔اس کا کپڑا اس کی چمک دمک کہے دیتی ہے کہ یہ اس سے ذرا مختلف ہے۔آپ کو دور سے یہ مختلف نہیں معلوم ہوتی ہوگی۔مگر میں جانتا ہوں کہ یہ ان سے ذرا مختلف ہے۔اس کا کپڑا بہتر ہے۔اس کا کنارا چمک دار ہے۔اس کی قیمت پونے نو روپیے ہے۔ یہ ساڑھی منجولا کی ہے۔یہ ساڑھی منجولا کے بیاہ کی ہے۔ منجولا کے بیاہ کو ابھی چھ ماہ بھی نہیں ہوئے ہیں۔اس کا خاوند گذشتہ ماہ چرخی کے گھومتے ہوئے ہتّے کی لپیٹ میں آ کے مارا گیا تھا اور اب سولہ برس کی خوب صورت منجولا بیوہ ہے۔اس کا دل جوان ہے لیکن اب وہ کچھ نہیں کرسکتی کیوں کہ اس کا خاوند مل کے حادثہ میں مر گیا ہے۔وہ پٹہ بڑا ڈھیلا تھا اور گھومتے ہوئے بار بار چھٹپھٹاتا تھا اور کام کرنے والوں کے احتجاج کے باوجود اسے مل مالکوں نے نہیں بدلا تھا کیوں کہ کام چل رہا تھا اور دوسری صورت میں تھوڑی دیر کے لیے کام بند کرنا پڑتا۔ پٹہ کو تبدیل کرنے کے لیے روپیہ بھی خرچ ہوتا تھا۔مزدور تو کسی وقت بھی تبدیل کیا جا سکتا ہے۔اس کے لیے روپیہ تھوڑی خرچ ہوتا ہے لیکن پٹہ تو بڑی قیمتی شے ہے۔

''پٹہ کو تبدیل کرنے کے لیے روپیہ کا بھی خرچ ہوتا ہے۔ مزدور تو کسی وقت بھی تبدیل کیا جاسکتا ہے۔''مل مالک کے اس خیال پر بحث کیجیے اور 'محنت مزدوری کی اہمیت اور سماج میں مزدوروں کی حیثیت'' پر ایک تقریر تیار کر کے پیش کیجیے۔

جب منجولا کا خاوند مارا گیا تو منجولا نے ہرجانے کی درخواست دی جو نامنظور ہوئی کیوں کہ منجولا کا خاوند اپنی غفلت سے مرا تھا۔ اس وجہ سے منجولا کو کوئی ہرجانہ نہ ملا۔

منجولا کا خاوند چرخی کے گھومتے ہوئے ہتّے کی لپیٹ میں آ کے مارا گیا تھا۔ منجولا نے ہرجانے کی درخواست کی۔ لیکن وہ نامنظور ہوئی۔ اس پر بحث کیجیے اور لیبر منسٹر کے نام ایک شکایت نامہ تیار کیجیے۔

منجولا اپنی وہی نئ دلہن کی ساڑھی پہنتی رہی جو اس کے خاوند نے پونے نو روپیے میں اس کے لیے خریدی تھی کیوں کہ اس کے پاس کوئی دوسری ساڑھی نہیں تھی جو وہ اپنے خاوند کی موت کے سوگ میں پہن سکتی۔ وہ اپنے خاوند کے مرجانے کے بعد بھی دلہن کا لباس پہننے پر مجبور تھی کیوں کہ اس کے پاس کوئی دوسری ساڑھی نہ تھی۔

شاید اب منجولا بھی پانچ روپیے چار آنے کی ساڑھی پہنے گی۔ اس کا خاوند زندہ رہتا جب بھی وہ دوسری ساڑھی پانچ روپیے چار آنے کی لاتی۔ اس لحاظ سے اس کی زندگی

میں کوئی خاص فرق نہیں آیا۔ مگر فرق اتنا ضرور ہوا ہے کہ وہ یہ ساڑھی آج پہننا چاہتی ہے۔ ایک سفید ساڑھی پانچ روپئے چار آنے والی جسے پہن کر وہ دلہن نہیں بیوہ معلوم ہو سکے۔ یہ ساڑھی اسے دن رات کاٹ کھانے کو دوڑتی ہے۔ جیسے یہ ساڑھی نہیں ہے ایک گہری قبر ہے۔ جس کی ہولناک پہنائیوں کو وہ ہر وقت اپنے جسم کے گرد لپیٹ لینے پر مجبور ہے۔ منجولا زندہ قبر میں گاڑی جا رہی ہے۔ (تلخیص)

قاسم! یہ صرف منجولا کی کہانی نہیں ہے بلکہ لاکھوں کروڑوں گھر بسانے والی عورتوں کی کہانی ہے۔

منجولا کی کہانی سننے کے بعد قاسم اور سکمار کے درمیان کیا گفتگو ہوئی ہوگی؟

بچّو! منجولا اپنے خاوند کے مر جانے کے بعد کیسی زندگی گزار رہی ہوگی۔ منجولا کی کہانی کو آگے بڑھائیے۔

بچّو! منجولا کی کہانی آپ نے سنی ہے، یہ صرف منجولا کی کہانی نہیں بلکہ کروڑوں ہندوستانیوں کی کہانی ہے۔ ایسی مظلوم اور بے بس عورتوں کی کہانیاں گوشۂ مطالعہ سے جمع کیجیے اور پسندیدہ کہانی 'میرا گلشن' میں لکھیے۔

اے غمِ دل

سُکمار اداس ہوگیا اچانک دور سے کسی کے غزل گانے کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماریِ دل نے آخر کام تمام کیا
عہدِ جوانی رو رو کاٹا پیری میں لیں آنکھیں موند
یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بدنام کیا
یاں کے سفید و سیہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا
میرؔ کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو ان نے تو
قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

(میر تقی میرؔ)

بچّو! اس غزل کو ترنّم کے ساتھ سنائیے۔

نیچے دیے گئے شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے۔

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماریٔ دل نے آخر کام تمام کیا

بچّو! گوشۂ مطالعہ کی مدد سے چند پسندیدہ غزلیں جمع کیجیے اور 'میرا گلشن' میں لکھیے۔

چند غزل گو شاعروں کی تصویریں جمع کیجیے اور 'میرا گلشن' میں لگائیے۔ کسی ایک شاعر کے بارے میں ایک مختصر نوٹ لکھیے۔

'چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں، ہم کو عبث بدنام کیا'
میرؔ یہ کہنے پر کیوں مجبور ہیں؟ اپنے خیالات پیش کیجیے۔

شام ہونے لگی تھی۔ سُکمار پگڈنڈی پر چلتے ہوئے اپنے کھیت پر پہنچا۔ کچھ پرندے اپنی نازک چونچوں سے کھیت میں پڑے دانے چگ رہے تھے۔ سکمار مزدوروں کے ساتھ دھان کے دانے بالیوں سے الگ کرنے لگا اور سب مل کر بلند آواز میں گیت گانے لگے۔

سینے سے اٹھتا ہے دھواں

ایک دوشیزہ سڑک پر دھوپ میں ہے بے قرار
چوڑیاں بجتی ہیں کنکر کوٹنے میں بار بار

چوڑیوں کے ساز میں یہ شور ہے کیسا بھرا
آنکھ میں آنسو بنی جاتی ہے جس کی ہر صدا

گرد ہے رخسار پر زلفیں اٹی ہیں خاک میں
نازکی بل کھا رہی ہے دیدۂ غم ناک میں

اف یہ ناداری مرے سینے سے اٹھتا ہے دھواں
آہ اے افلاس کے مارے ہوئے ہندوستاں

حسن ہو مجبور کنکر توڑنے کے واسطے
دستِ نازک اور پتھر توڑنے کے واسطے

بھوک میں وہ ہاتھ اٹھے ہیں التجا کے واسطے
جن کو قدرت نے بنایا ہو حنا کے واسطے

نازکی سے جو اٹھا سکتی نہ ہو کاجل کا بار
ان سبک پلکوں پہ بیٹھے راہ کا بوجھل غبار

(جوشؔ ملیح آبادی)

بچّو! اس نظم کو ترنّم کے ساتھ سنائیے۔

بچّو! اس نظم سے پسندیدہ شعر چن لیجیے اور اس کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے۔

اف یہ ناداری میرے سینے سے اٹھتا ہے دھواں
آہ اے افلاس کے مارے ہوئے ہندوستاں

موجودہ ہندوستان کے سماجی حالات کی روشنی میں اس شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے۔

یونٹ III

دنیا میرے آگے

حیات لے کے چلو کائنات لے کے چلو
چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لے کے چلو

مخدوم محی الدّین

ایک شاندار استقبال

کیا بات ہے فرحانہ بیٹی، تم اتنی پریشان کیوں ہو؟

ابّو! میں آپ سے بتانے ہی والی تھی کہ کل ہمارے اسکول کی بزمِ اردو کا افتتاح ہونے والا ہے۔ خصوصی مہمان کے طور پر مشہور ادیب مجتبیٰ حسین صاحب تشریف لا رہے ہیں۔

لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیوں پریشان ہو؟

بات یہ ہے ابّو! اس پروگرام میں دعائیہ نظم پیش کرنے کی ذمّہ داری مجھے سونپی گئی ہے۔ میں ایک اچّھی نظم کی تلاش میں ہوں۔

تم ایسا کرو کہ یہ دعائیہ نظم سناؤ۔

شکریہ ابّو، یہ بڑی اچّھی نظم ہے۔

خدایا دولتِ علم و ہنر اپنا مقدّر ہو
ہماری زندگی تیری تجلّی سے منوّر ہو
ہمیشہ سچ کہیں اور جھوٹ سے دامن بچائیں ہم
وہی ہو بات ہونٹوں پر جو اپنے دل کے اندر ہو
بھلائی سے محبت ہو برائی سے عداوت ہو
یہی اپنا طریقہ ہو یہی ہم سب کا محور ہو

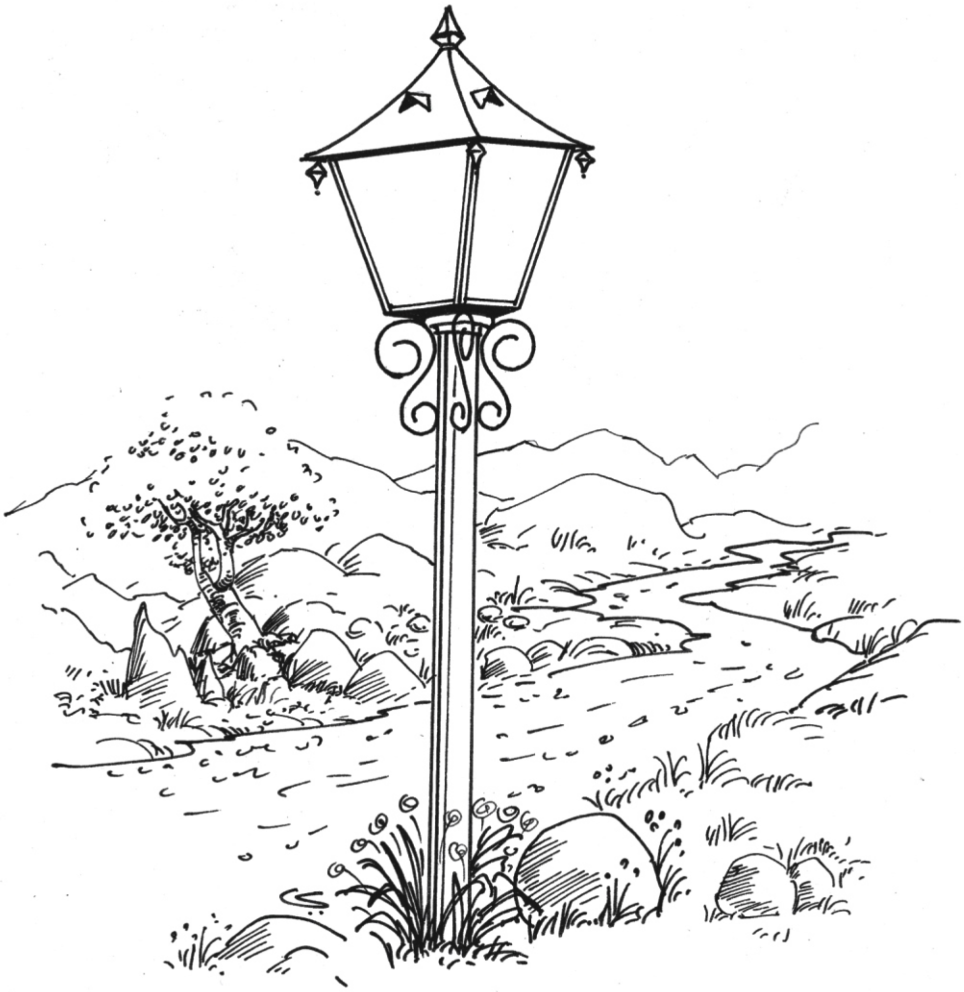

کرے دشمن ہمارا لاکھ ہم سے دشمنی لیکن
خطائیں بخش دینا ہی ہمارے حق میں بہتر ہو
محبت نوعِ انسانی سے کرنا، تیری خوشنودی
ہماری زندگی خوشبوئے الفت سے معطّر ہو
(شفیع شیخ ساغرؔ)

بچّو! یہ دعائیہ نظم ترنّم کے ساتھ سنائیے۔

یہ دعائیہ نظم غور سے پڑھیے اور اس کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے۔

ذیل میں دیے گئے شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے۔

ہمیشہ سچ کہیں اور جھوٹ سے دامن بچائیں ہم
وہی ہو بات ہونٹوں پر جو اپنے دل کے اندر ہو

فرحانہ نے اسکول کی بزمِ اردو کے افتتاحی جلسے میں ایک دعائیہ نظم پیش کی۔
بچّو! آپ بھی چند دعائیہ نظمیں جمع کیجیے اور کلاس میں پیش کیجیے۔

محبت نوعِ انسانی سے کرنا، تیری خوشنودی
ہماری زندگی خوشبوئے الفت سے معطّر ہو

بچّو! دنیا سے انسانیت مٹتی جا رہی ہے۔ مختلف وجوہ سے انسانوں کے درمیان فاصلے پیدا ہو گئے ہیں۔ اس پس منظر میں اس شعر کو غور سے پڑھیے اور اس کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے۔

دعائیہ نظم کے بعد استقبالیہ تقریر ہوئی۔ پھر مہمانِ خصوصی کو کلیدی خطبہ کے لیے مدعو کیا گیا۔ تالیوں کی آواز سے ہال گونج اٹھا۔

دنیا میرے آگے

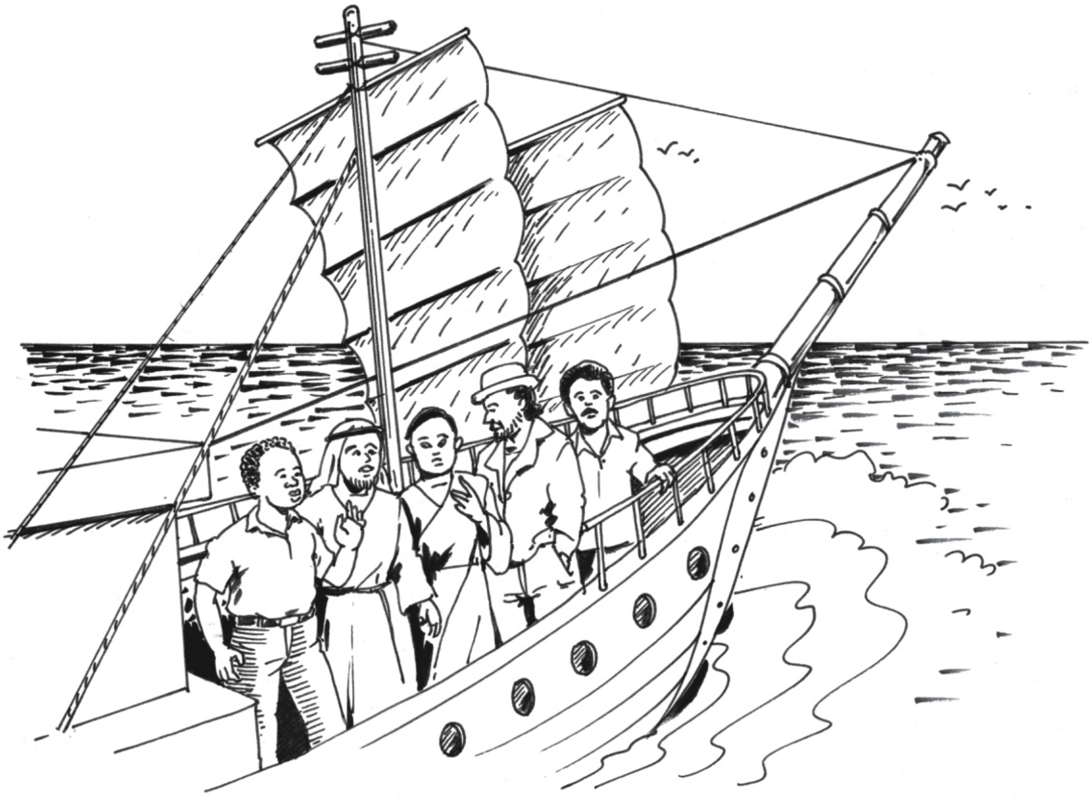

''بچّو! میں بہت خوش ہوں کہ آپ نے اس پروگرام میں مجھے دعوت دی۔ میں آپ کو اپنے ایک سفر کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ ابھی چند ہفتے قبل ہی میں نے تاشقند کا سفر کیا تھا۔

ہندوستانی وقت کے مطابق ہم رات کے تین بجے تاشقند پہنچے تھے۔ ازبکستان اور ہندوستان کی دوستی کی انجمن کے سکریٹری الیگزینڈر ہمیں لینے کے لیے ہوائی اڈّے پر آگئے تھے۔ وہ بولے ''صبح ٹھیک آٹھ بجے ہوٹل کی لابی میں آجائیے۔ دوستی انجمن کے عہدیدار بھی آئیں گے۔ ساتھ میں ناشتا بھی ہوگا اور دن بھر کا سارا پروگرام آپ کو بتا دیا جائے گا۔''

ہمیں یاد نہیں کہ الیگزینڈر کے چلے جانے کے بعد ہم نے اپنی کمر سیدھی کی بھی تھی یا نہیں۔ آنکھ کھلی تو آٹھ بج رہے تھے۔ کھڑکی کا پردہ ہٹایا تو صبح بہت روشن تھی۔

مجتبیٰ حسین رات کے تین بجے تاشقند پہنچے۔ صبح ہوئی تو کھڑکی کا پردہ ہٹایا اور باہر دیکھا۔ اس وقت ان کے دل میں کیا خیالات پیدا ہوئے ہوں گے؟

دور دور تک اونچے اونچے درختوں کے ساتھ اونچی اونچی عمارتیں نظر آئیں۔ کھڑکی کے سامنے جو وسیع شاہراہ تھی اس پر موٹریں، بسیں، ٹرامیں دوڑی چلی جا رہی تھیں۔

ناشتہ کے بعد تاشقند کی سیر کو نکلے۔ کیا صاف ستھرا اور کشادہ شہر ہے۔ ازبکستان کی گود میں کئی تہذیبیں پروان چڑھیں۔ آبادی کے اعتبار سے یہ ایک بڑی جمہوریہ ہے اور اس کی راجدھانی تاشقند کو بڑا شہر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

ازبکستان کی تاریخ ہزاروں برس پرانی ہے۔ سکندر اعظم بھی یہاں آیا تھا۔ ساتویں صدی میں عرب اسلام کو لے کر یہاں آئے۔ کیسے کیسے عالم کیسی کیسی جلیل القدر ہستیاں یہاں پیدا ہوئیں۔ علم و دانش کی جو شمعیں یہاں روشن ہوئیں۔ ان سے سارا عالم جگمگا اٹھا۔ ازبکستان کا چپّہ چپّہ ماضی کی تاریخ کا امین ہے۔

ہم ہوٹل سے باہر نکلے تو تاشقند کا موسم دہلی کی طرح لگا۔ ازبکستان ہوٹل جس میں ہمارا قیام تھا انقلاب چوک میں واقع ہے، بے حد خوب صورت جگہ ہے۔ سامنے ہی

ازبکستان کے ادیبوں کی انجمن کا دفتر ہے۔

ہم نے لینن چوک بھی دیکھا۔ جہاں ازبکستان کی سپریم سوویت کی عمارت واقع ہے۔ بہت پر فضا مقام ہے۔ چاروں طرف خوبصورت باغ ہیں۔ فوارے چل رہے ہیں۔ تاشقند کے ایک پارک میں ہندوستان کے دوسرے وزیراعظم لال بہادر شاستری کا ایک خوبصورت مجسمہ نصب ہے۔

قوموں کی دوستی کا چوک اور محل دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہیں ایک لوہار اور اس کی بیوی اور ان کے گود لیے ہوئے چودہ بچّوں کا مجسمہ ہے جسے دیکھ کر انسان دوستی اور عالمی امن پر آدمی کا یقین پختہ ہو جاتا ہے۔

اس مجسّمے کا قصّہ یہ ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد جب پرانے سوویت یونین میں یتیم و یسیر اور بے سہارا بچّوں کی تعداد بڑھ گئی تھی تو تاشقند کے ایک لوہار احمد شاہ محمودوف اور اس کی بیوی نے مختلف قومیتوں کے چودہ کمسن یتیم بچّوں کو گود لے لیا تھا اور انہیں وہ پیار اور تربیت دی جو شاید ان کے اصلی ماں باپ بھی نہ دے سکتے تھے۔ احمد شاہ محمودوف تو اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔

اس مجسّمے کی کہانی آپ نے سنی ہے، یہ انسان دوستی اور عالمی امن کی زندہ مثال ہے۔

بچّو! آپ بھی انسان دوستی اور عالمی امن کے موضوع پر ایک تصویر بنایئے اور اس پر مختصر نوٹ لکھیے۔

تاشقند کی عالی شان عمارتوں اور وسیع وعریض سڑکوں کو دیکھ چکے تو ہم نے اپنے دوست سے کہا ’’ جناب والا ! آپ کے ہاں کوئی پرانا تاشقند بھی ہوگا اسے دکھایئے‘‘ اور تھوڑی دیر بعد ہم پرانے تاشقند میں تھے۔ ازبک ٹوپیاں اور پگڑیاں باندھے ہوئے لوگ سڑکوں سے گزر رہے تھے۔ تنگ گلیاں اور گلیوں میں بہتی ہوئی موریاں، سرِ راہ کباب اور پھل بیچنے والے، قہوہ پیتے ہوئے خوش گپیوں میں مصروف لوگ ان سب کو دیکھ کر ہمیں یوں لگا جیسے ہم پرانی دہلی کے کسی علاقے سے گزر رہے ہیں۔

بزمِ اردو کا پروگرام بہت شاندار رہا۔ سارے لوگ بہت خوش تھے۔ بچّوں کے لیے یہ دوہری خوشی کا موقعہ تھا کیوں کہ کل سے اونم کی چھٹیاں بھی شروع ہو رہی تھیں۔ فرحانہ اپنے والدین اور بھائی ساجد کے ساتھ کوچین جا رہی تھی جہاں اس کے چچا رہتے تھے۔

اونم کی چھٹیاں پلک جھپکتے ہی ختم ہوگئیں۔ سچ ہے خوشی اور مسرّت کے لمحے بڑی تیزی سے گزر جاتے ہیں۔

بچّو ! مجتبیٰ حسین صاحب نے اپنے تاشقند کے سفر کا تجربہ بہت ہی دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ نے بھی کئی سفر کیے ہوں گے۔ کسی ایک سفر کا تجربہ اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

بچّو ! تاشقند کی طرح ہماری ریاستِ کیرالا میں بھی بہت سے تفریحی مقامات ہیں۔ ایسے اہم مقامات کی تصاویر جمع کیجیے اور کسی ایک پر مختصر نوٹ لکھیے اور کلاس میں ایک خصوصی شمارہ تیار کیجیے۔

ہم نوالہ ہم پیالہ

دھوپ تیز ہو چکی تھی۔ ساجد اب بھی اسکول کے گیٹ کے پاس کھڑا بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔ اسکول کے طلبہ صاف ستھرے یونیفارم پہنے باتیں کرتے ہوئے اور ہنسی مذاق کرتے ہوئے اس کے پاس سے گزر کر اپنی اپنی کلاسوں میں جا رہے تھے لیکن ساجد کے چہرے پر فکر کے آثار نمایاں تھے۔

ساجد گیٹ کے باہر آ گیا۔ سڑک کی دونوں طرف تیز رفتار کاریں اور ٹرک دھول اڑاتے گزر رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ سب کے سب تیز رفتار زندگی کا حصّہ بن گئے ہیں لیکن ساجد کے لیے جیسے وقت تھم سا گیا تھا۔ اس نے سڑک کی دونوں طرف نظر

دوڑائی۔ اکّا دکّا راہ گیر فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے نظر آئے۔ ساجد نے ایک بار پھر گھڑی کی طرف دیکھا اور سڑک پر نظر دوڑائی۔ اس کے چہرے کی مایوسی بڑھتی جارہی تھی۔

اسکول کی گھنٹی کی تیز آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اس نے مڑ کر اسکول کی طرف دیکھا۔ بچّے تیزی سے کلاسوں کی طرف جارہے تھے۔ ساجد کے لیے اب گیٹ پر کھڑا رہنا دشوار تھا اسے اب اپنی کلاس میں جانا ہی ہوگا۔ وہ بھاری بھاری قدموں سے اپنی کلاس کی طرف روانہ ہوگیا۔

اچانک اسے خیال آیا، ہوسکتا ہے وہ اس سے پہلے پہنچ گیا ہو اور کلاس میں بیٹھا ہو لیکن پھر فوراً ہی اس کے دماغ نے یہ بات مسترد کردی۔ یہ ممکن نہ تھا کیوں کہ جو بھی پہلے اسکول پہنچتا وہ گیٹ پر دوسرے کا انتظار کرتا۔

ساجد کلاس میں داخل ہوا۔ کچھ بچّے اسے دیکھ کر مسکرائے۔ ساجد کچھ کہے بغیر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ کلاس میں استاد آچکے تھے اور پڑھانا بھی شروع کردیا تھا لیکن ساجد کا دل پڑھائی میں نہ لگا۔ وہ سوچ رہا تھا منوہر اسکول کیوں نہیں آیا۔

ساجد جب کلاس میں آیا تو بچّے اسے دیکھ کر مسکرائے۔ ساجد کچھ کہے بغیر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ وہ اپنے جگری دوست منوہر کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

بچّو! بتائیے کہ ساجد نے کیا سوچا ہوگا۔

منوہر اور ساجد ایک ہی کلاس میں پڑھتے تھے اور سارے اسکول میں ان کی دوستی مثالی دوستی سمجھی جاتی تھی۔ وہ دن بھر ساتھ رہتے، ساتھ لنچ کرتے، ساتھ کھیلتے اور شام کے وقت جب اسکول کی چھٹی ہو جاتی تو افسردہ دلی سے اپنے اپنے گھر لوٹ جاتے۔ شام سے دوسری صبح تک کی جدائی بھی انھیں شاق گزرتی تھی۔

اونم کی چھٹیوں میں وہ اپنے والدین کے ساتھ کوچین گیا تھا۔ جہاں اس کے چچا رہتے تھے۔ وہاں اس کا وقت بہت اچّھا گزرا لیکن وہاں بھی منوہر کی یاد نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ وہ سوچتا رہا کتنا اچّھا ہوتا اگر منوہر بھی اس کے ساتھ ہوتا وہ دونوں مل کر یہاں خوب مزا کرتے لیکن انسان کی ہر خواہش کہاں پوری ہوتی ہے۔

وہ جب گھر سے چلا تو بہت خوش تھا۔ آج وہ دونوں مل کر اتنے دنوں بعد ساتھ لنچ کریں گے۔ اس نے اپنے لنچ بکس میں اپنی امّی سے کہہ کر گرم گرم لذیذ بریانی رکھوالی تھی۔

اسے یاد نہیں کہ اگلے چار پیریڈ میں کیا پڑھایا گیا۔ وہ صرف منوہر کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس کی پریشانی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ کیا ہوا ہوگا۔ منوہر کیوں نہیں آیا۔ میں کیسے پتہ لگاؤں۔

لنچ کی چھٹی ہو چکی تھی۔ ساجد کو بھوک لگ تو رہی تھی لیکن کھانے کے لیے اس کا بالکل جی نہ تھا۔ وہ اکیلا خالی کلاس میں بیٹھا رہا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ ڈسک پر

رکھے اور اپنا سر ان پر ٹکا دیا آنکھیں بند کر لیں اور سوچنے لگا کہ اسے اب کیا کرنا چاہیے۔
اچانک اسے اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا۔ اس نے جھٹکے سے اپنا سر اٹھایا۔ منوہر اس کے پاس کھڑا تھا۔
منوہر کو دیکھ کر اس کے بدن میں ایک ٹھنڈی سی لہر دوڑ گئی۔ یہ کیا ہوا؟ اس نے گھبراہٹ اور حیرت کے ملے جلے جذبے کے ساتھ پوچھا۔
منوہر! تمھارا یہ حال کس نے کیا؟
منوہر کے سر پر پٹی بندھی تھی۔ منوہر ساجد کے اور قریب آیا۔ ساجد نے محسوس کیا کہ اس کی چال میں ہلکی سی لنگڑاہٹ بھی ہے۔

سر پر پٹی باندھے ہوئے منوہر کلاس میں آیا۔ ساجد کی جگہ آپ ہوتے تو منوہر سے کیا سوالات کرتے اور اس کے لیے کیا قدم اٹھاتے؟

ساجد بنچ کے ایک طرف سرک گیا۔
بیٹھو منوہر! مجھے بتاؤ کہ یہ سب کیا ہے؟
منوہر کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔
کچھ نہیں ساجد، سب نصیب کی بات ہے۔ امّاں تو مجھے آنے نہیں دے رہی تھیں لیکن مجھ سے نہ رہا گیا۔ تم سے ملے اتنے دن جو ہو گئے تھے۔

لیکن بتاؤ تو سہی یہ کیا ہوا؟

کیا بتاؤں ساجد! میرا یہ حال پتا جی کی وجہ سے ہوا ہے۔

پتا جی! ساجد کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی۔

پتا جی تمھارا یہ حال کیوں کریں گے۔ کیا انھوں نے تمھیں مارا؟

نہیں۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ انھوں نے آج تک مجھے نہیں مارا لیکن کل............... اتنا کہہ کر منوہر اپنے بہتے ہوئے آنسوؤں کو آستین کے کنارے سے پونچھنے لگا۔

کیا ہوا کل....... ساجد نے بے تابی سے پوچھا۔

کل پتا جی نے بہت زیادہ شراب پی لی اور گھر لوٹتے وقت وہ خود کو قابو میں نہ رکھ سکے اور ہمارے گھر کے پاس کے چوڑے نالے میں گر گئے۔

پھر کیا ہوا؟

پڑوسیوں نے مجھ سے آ کر سارا ماجرا بیان کیا۔ میں دوڑا دوڑا گیا۔ وہ وہاں سے اٹھنے کو تیار نہ تھے۔ وہ کسی کو پہچان بھی نہیں رہے تھے۔ میں نے ہاتھ پکڑ کر انھیں نالے سے نکالنے کی کوشش کی تو انھوں نے مجھے بہت زور سے دھکا دے دیا۔ میں اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ میں سر کے بل سڑک پر گرا۔ پیر میں موچ آئی وہ الگ۔

منوہر کی حالت دیکھ کر ساجد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس کا ننھا دماغ حیرت زدہ تھا اس نے اپنا لنچ بکس کھولا اور منوہر کے سامنے رکھ دیا۔

مجھے بھوک نہیں ہے۔ منوہر بولا

اگر تم نہیں کھاؤ گے تو میں بھی نہیں کھاؤں گا۔

منوہر نے یہ سن کر ساجد کو گلے لگایا اور رونے لگا۔

ساجد نے اس کے آنسو پونچھے اپنے ہاتھوں سے اسے نوالہ کھلایا۔

کیا وہ ہمیشہ شراب پیتے ہیں؟

نہیں کبھی کبھار لیکن جب بھی پیتے ہیں ان کا یہی حال ہوتا ہے۔ شراب ان کے دماغ پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ پھر وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

ساجد سوچ رہا تھا کہ اس مسئلہ کو کیسے حل کیا جائے۔

منوہر کی درد بھری کہانی سن کر ساجد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

بچّو! اس کہانی کا انجام کیا ہو سکتا ہے؟

بچّو! شراب نوشی کی وجہ سے ہمارا سماج بہت سی خرابیوں اور دشواریوں کا سامنا کر رہا ہے۔ ساجد کی طرح آپ سب اس مسئلے پر غور کیجیے اور اس کا حل سوچیے اور اپنی تجاویز بھی پیش کیجیے۔

ساجد اور منوہر گہرے دوست ہیں اسی طرح آپ کے کسی گہرے دوست کے گھر کے حالات معلوم کیجیے اور مختصر نوٹ لکھیے۔

دوستی اور محبت پر لکھی ہوئی کہانیاں جمع کیجیے۔ کوئی ایک کہانی 'میرا گلشن' میں لکھیے اور کلاس میں پیش کیجیے۔

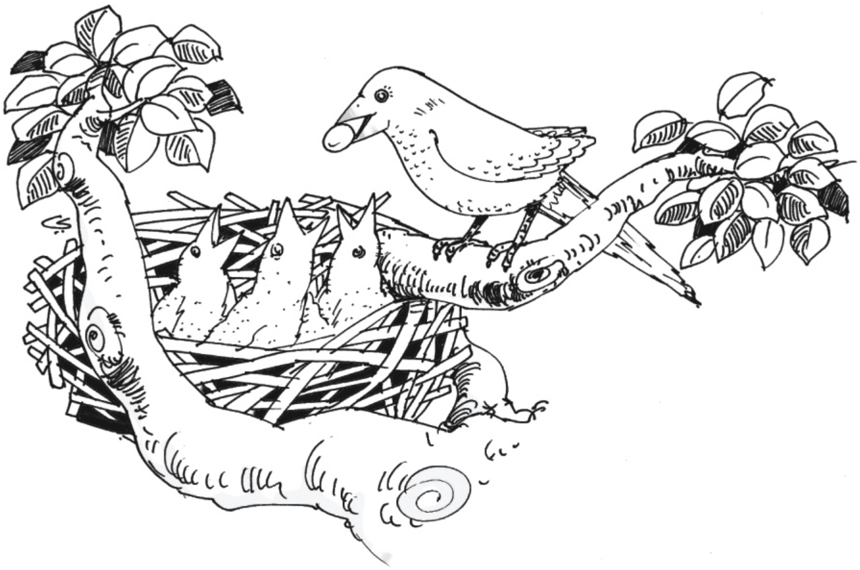

یونٹ IV

تندرستی ہزار نعمت ہے

تندرستی ہے بڑی دنیا کی ہر نعمت سے
وہ غذا کھاؤ جو ملتی ہے ہمیں قدرت سے

شفیع ساغر

غذا ہی دوا ہے

گاؤں کی آنگن واڑی کے 'مادر سنگم' میں ڈاکٹر ناظم قریشی نے اپنی تقریر یوں ختم کی:

''دوستو! تندرستی انسان کے جسم میں توانائی اور طاقت قائم رکھتی ہے۔ دل و دماغ کو قوی اور مضبوط بناتی ہے۔ انسان کو دلی مسرّت عطا کرتی ہے۔اس بات کو ہر کوئی یاد رکھے کہ تندرستی ہزار نعمت ہے۔''

آنگن واڑی کا جلسہ ختم ہوتے ہی فوزیہ بانو اپنی سہیلی چاندنی کے ساتھ گھر واپس آئی۔

''واہ! چاندنی، ڈاکٹر صاحب نے صحت کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے۔''

ہاں فوزیہ بہن، ان کی تقریر مجھے بھی بہت اچھّی لگی۔ کچھ دن پہلے ایک طبّی رسالے میں اسی موضوع پر ایک اداریہ لکھا گیا تھا۔ وہ اداریہ میں تمھیں دوں گی۔ اسے ضرور پڑھنا۔

فوزیہ اداریہ پڑھنے لگی۔

بے پناہ ترقی اور سائنسی ایجادات نے انسان کو آرام پسند بنا دیا ہے۔ ہمارے نوجوان بھی آج کل بڑے سست اور کاہل نظر آتے ہیں۔ جوں جوں انسان ہر دن نئی سائنسی ایجادات میں لگ رہا ہے اسی طرح وہ قدرت اور قدرتی چیزوں سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں لوگوں کو قدرتی اور صحت بخش غذاؤں کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہمارے بزرگ قدرتی غذاؤں سے چھوٹی موٹی بیماریوں کا علاج کرلیا کرتے تھے۔لیکن آج یہ کلچر تقریباً ختم ہوگیا ہے۔

ایک طرف ہوائی آلودگی کی وجہ سے ہمارے بڑے بڑے شہروں میں صحت کے مسائل ہیں تو دوسری طرف ملاوٹ والی غذاؤں کی وجہ سے لوگوں میں موٹاپے اور دل کی بیماریوں میں حیرت انگیز اضافہ ہو رہا ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کی غذائی ضروریات پوری کرنے کے لیے کسان کیمیائی کھاد حد سے زیادہ استعمال کر رہے ہیں جو انسانی صحت کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔

چوپائے اور پرندے قدرتی ماحول میں کچھ اس طرح رہتے ہیں کہ ان کی موجودگی سے ماحول خوش گوار ہو جاتا ہے اور فطرت کا حسن نکھر جاتا ہے۔ آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ ہم انسانوں کا ماحول اور فطرت کے ساتھ تعلق ایسا نہیں ہے۔ ہماری عادتوں اور طور طریقوں کی وجہ سے ہماری موجودگی ماحول کو بگاڑتی ہے اور فطرت کا حسن بھی ماند پڑ جاتا ہے۔ ہمیں اپنے خورد و نوش اور بود و باش کی عادتوں اور آداب کو بدلنا ہوگا تاکہ ہماری وجہ سے ماحول خراب نہ ہو اور ہم خود کوئی خرابیوں سے بچاسکیں۔

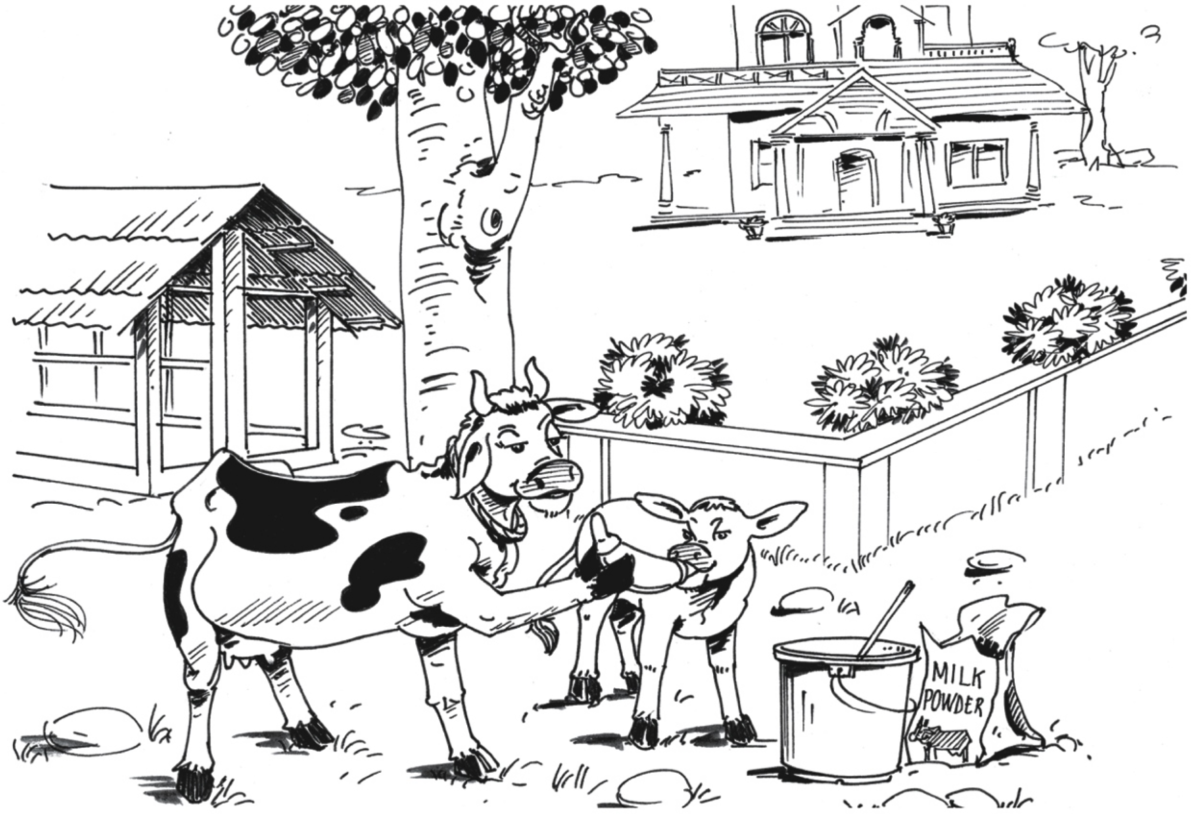

آج کل بچّے اور جوان بھی مختلف بیماروں کے شکار ہو رہے ہیں!
بچّو! اس کی کیا وجوہات ہوسکتی ہیں؟ گروہ میں بحث کر کے واضح کیجیے۔

ہمارے گاؤں اور شہروں میں بڑے پیمانے پر بیماروں کا استحصال ہو رہا ہے۔
بچّو! اس مسئلہ پر ایک مضمون لکھیے۔

چوپائے اور پرندے قدرتی ماحول میں کچھ اس طرح رہتے ہیں کہ ان کی موجودگی سے ماحول خوش گوار ہو جاتا ہے اور فطرت کا حسن نکھر جاتا ہے۔
پیارے بچّو! ذرا اس پر غور کیجیے کہ اپنے ماحول کو خوش گوار بنانے اور فطرت کے حسن کو نکھارنے کے لیے ہم انسان کیا کر سکتے ہیں؟

خواب بُنتے بُنتے

آج فوزیہ بانو بہت فکر مند تھی۔ اس کے شوہر کی طبیعت بجائے ٹھیک ہونے کے بگڑتی جا رہی تھی۔ اس نے چاندنی سے کچھ روپیے قرض لیے اور اپنے بیمار شوہر کے ساتھ شہر کے اسپتال پہنچی۔ بخار اور دمے کی وجہ سے چند دنوں سے وہ بہت بے چین تھا۔ ڈاکٹر کے یہاں بہت بھیڑ تھی۔ مریضوں میں بچّوں اور نوجوانوں کی تعداد زیادہ تھی۔

اپنے شوہر کو بینچ پر بٹھا کر فوزیہ اپنی باری کا انتظار کر رہی تھی۔

سولہ ستّرہ برس کا ایک لڑکا اس کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ اپنی کم عمری کے باوجود عمر رسیدہ نظر آ رہا تھا۔ فوزیہ دیر تک اسے دیکھتی رہی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ" آج کل یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ یہ دنیا، یہ موسم اور یہ انسان روز بروز کیا سے کیا ہوتے جا رہے ہیں۔"
ٹھیک اسی وقت وِزیٹنگ روم کے ٹیلی وژن سے گیت سنائی دیا۔

جب جب ٹوٹے خواب ہمارے ہم نے بُنے کچھ خواب نئے
جب بھی گہرا ہوا اندھیرا اگا لیے مہتاب نئے

پتوں کی پوشاک تھی تن پر جب ہم نے جنگل چھوڑا
گاؤں سجائے کھیت اگائے شاخوں کو انگڑائی دی
ہم نے شہر بسائے لیکن شہروں نے تنہائی دی
اور بھی ٹوٹے بکھرے جوں جوں اپنائے آداب نئے

جب جب ٹوٹے خواب ہمارے ہم نے بُنے کچھ خواب نئے

ہم نے علم کے خواب سجائے علم نے یہ وردان دیا
دریا ، پربت، ریت، سمندر، پَوَن ہمارے قبضے میں
چاند ستارے سب مٹھی میں گگن ہمارے قبضے میں
جب جب ٹوٹے خواب ہمارے ہم نے بُنے کچھ خواب نئے
اب اک آخری خواب بچا ہے جنگ نہ ہو اس دھرتی پر
انساں کے سینے سے چلتی سانس کا رشتہ ختم نہ ہو
اپنے بنائے ہتھیاروں سے اپنی دنیا ختم نہ ہو
دھرتی کو شمشان نہ کر دیں لالچ کے گرداب نئے
جب جب ٹوٹے خواب ہمارے ہم نے بُنے کچھ خواب نئے

(ظفر گورکھپوری)

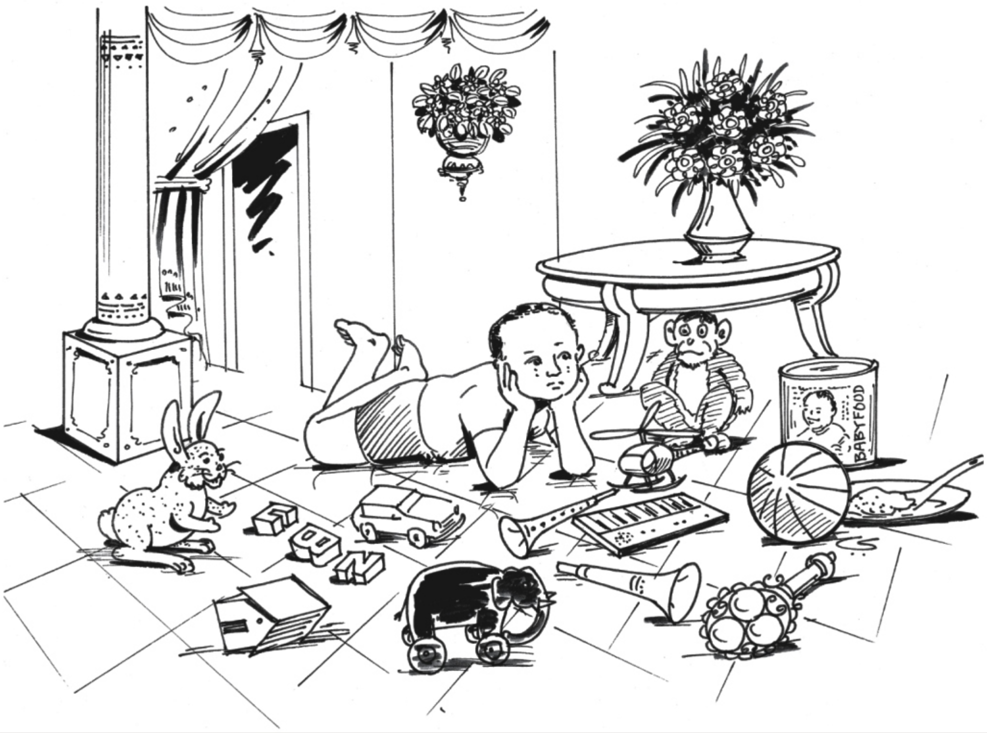

اپنے بنائے ہتھیاروں سے اپنی دنیا ختم نہ ہو

دھرتی کو شمشان نہ کر دیں لالچ کے گرداب نئے

بچّو! آج کے ماحول کا جائزہ لیتے ہوئے اس شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے۔

آسمان، چاند اور تارے، زمین کی مٹی، ہوا اور پانی یہ سب انسان کے تصرّف میں ہیں۔ پھر بھی وہ خوش کیوں نہیں؟ گروپ میں بحث کر کے اپنے خیالات کا اظہار کیجیے۔

ظفؔر گورکھپوری اردو کے مشہور شاعر اور گیت کار ہیں۔ اردو کے کئی شاعروں نے گیت لکھے ہیں ان کی ایک فہرست تیار کیجیے اور اپنے کسی پسندیدہ گیت کار پر نوٹ لکھیے۔

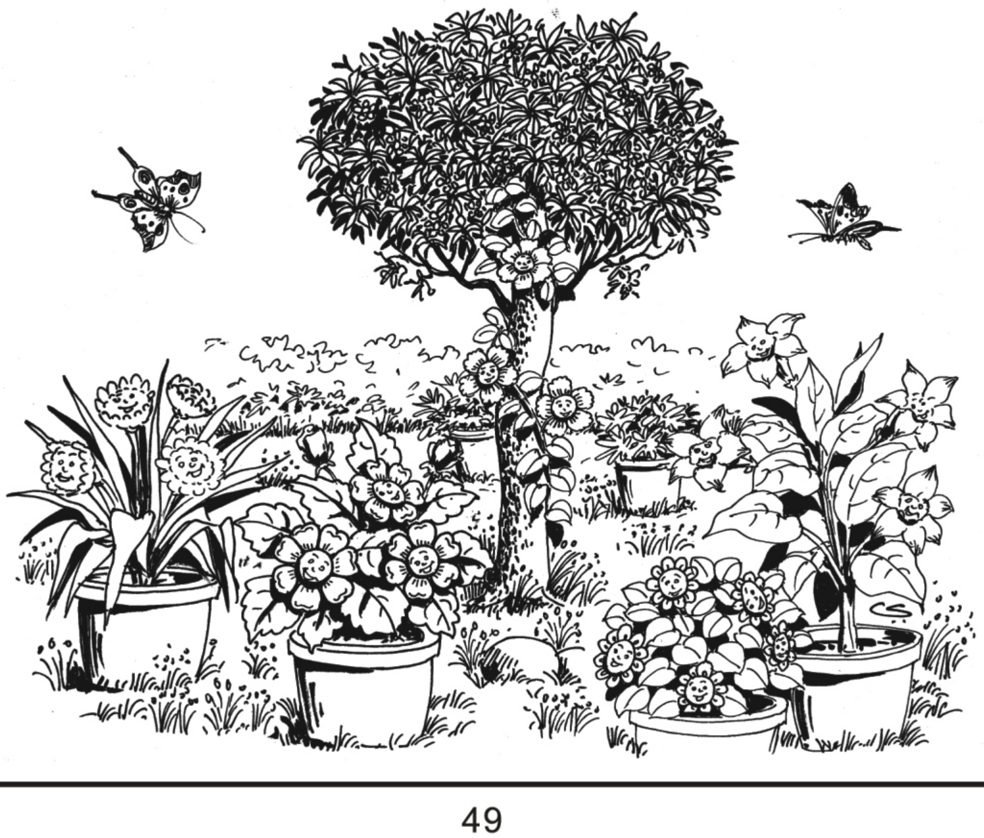

سات کیلے کے چھلکے

چاندنی کا چھوٹا بیٹا چندن میدان سے دوڑتا ہوا آیا۔

امّاں! امّاں! بڑی بھوک لگی ہے۔

ہاں بیٹے، ابھی دیتی ہوں، چنبیلی کو بھی بلاؤ، کہاں گئی ہے وہ؟

مجھے کیا پتا؟

میں ہمیشہ تم سے کہتی ہوں کہ اپنی بہن کا خیال رکھا کرو۔

چلو، جلدی سے ہاتھ منہ دھوکر آؤ، کچن میں تمھارے لیے کیلا اور اُپما رکھا ہے۔

چندن نے کیلا کھا کر چھلکا وہیں ڈال دیا۔ چنبیلی دوڑتی ہوئی آئی۔ اچانک پھسل کر گر گئی۔ دونوں گھٹنوں پر چوٹ لگی اور اس نے رونا شروع کر دیا۔

رونے کی آواز سن کر چاندنی نے اسے سنبھالا اور چوٹ پر مرہم لگا کر اس کو بہلانے لگی۔ چنبیلی بیٹی! تمھیں اتنا تیز نہیں دوڑنا چاہیے۔

نہیں امّاں، میں دوڑنے سے نہیں، بلکہ کیلے کے چھلکے کی وجہ سے پھسل کر گر گئی ہوں۔

بیٹی! ہمیشہ دیکھ کر چلا کرو۔ یہ کیلے کا چھلکا تمھیں بہت زیادہ چوٹ پہنچا سکتا تھا۔ آؤ، میں تمھیں کیلے کے چھلکے کی ایک کہانی سناتی ہوں۔

ایک شخص دفتر سے گھر لوٹنے کے لیے بس کا انتظار کر رہا تھا۔ انتظار سے

اُکتا کر اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ پاس ہی ایک آدمی کیلے بیچ رہا تھا۔ اس نے کیلے والے سے سات کیلے خریدے اور ایک کیلا کھا کر بڑی احتیاط سے بس اسٹاپ کے پاس 'ڈسٹ بِن' میں ڈالا اور دوسرے کیلے کا چھلکا اتارنے لگا۔ اس نے یہ کیلے بڑے شوق سے اپنی بیوی کے لیے خریدے تھے۔ آج کسی وجہ سے دوپہر کے کھانے کے لیے وہ گھر نہیں جا سکا تھا۔ اس کی بھوک اس وقت چمک اٹھتی تھی۔ اس نے سوچا کیوں نہ کچھ کیلے یہیں کھا لیے جائیں۔

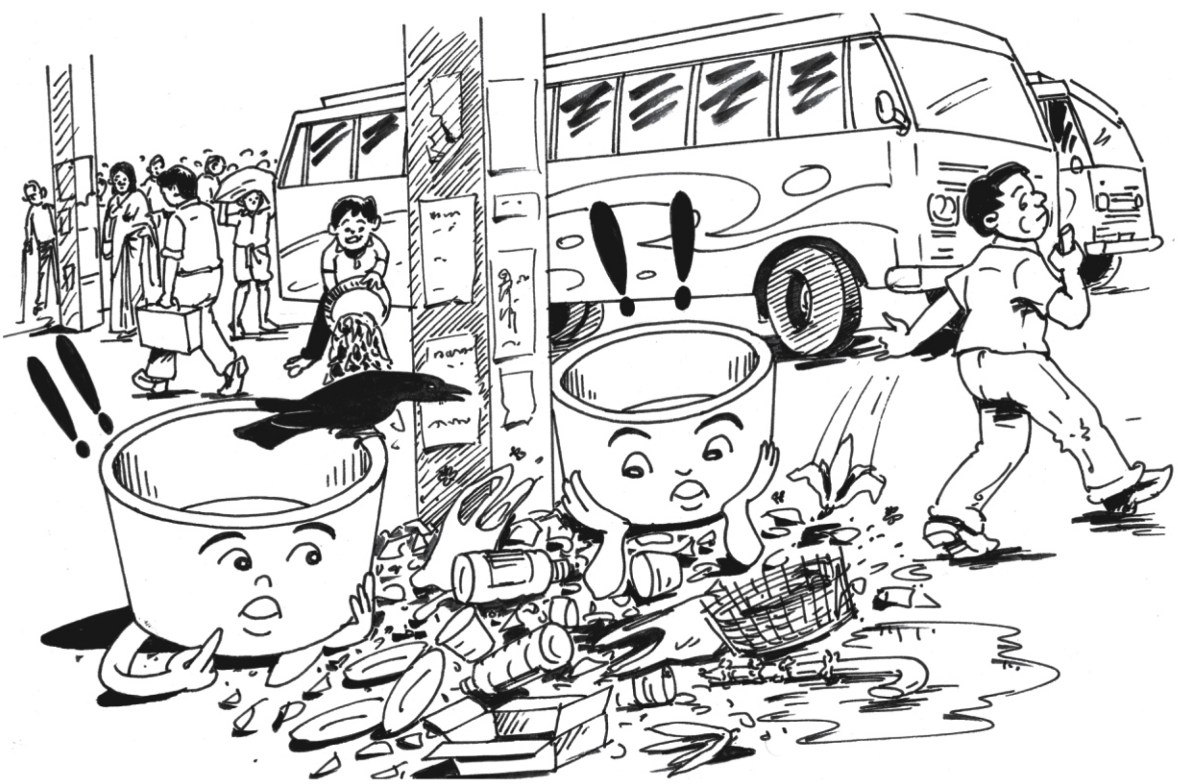

دوسرے کیلے کا چھلکا اس نے قریب کی نالی میں پھینک دیا۔ لمحہ بہ لمحہ اس کی پریشانی بڑھتی رہی۔ بس کا انتظار کرتے ہوئے اسے بیس منٹ سے زیادہ ہو چکے تھے۔ اب اس نے تیسرا کیلا کھایا۔ تیسرے کیلے کو ختم کر کے چھلکا اس نے نالی کی طرف

اچھال دیا۔لیکن وہ نالی کی دوسری طرف جاپڑا۔

شہر میں سرکس آیا ہوا تھا۔ اس نے بیوی سے وعدہ کیا تھا کہ آج اسے سرکس ضرور دکھائے گا۔ سرکس دیکھنے کی اصل خوشی تو بچّوں کو ہوتی ہے لیکن بڑے بھی سرکس بہت دلچسپی سے دیکھتے ہیں۔ اس نے بیوی کی سرکس دکھانے کی فرمائش کو ٹالنے کی کوشش کی تھی۔ آخر کار مجبور ہوکر حامی بھری تھی۔ وہ کسی صورت ماننے پر آمادہ نہیں تھی۔ اس کے ذہن میں یہ باتیں گھوم رہی تھیں۔ اس الجھن میں اس نے دو کیلے اور کھا لیے اوران کے چھلکوں کو وہیں فوٹ پاتھ پر پھینک کر اضطراب کی حالت میں ٹہلنے لگا۔ اسے فکر کھائے جارہی تھی کہ وہ کتنی دیر سے اپنی بیوی کوانتظار کروا رہا ہے۔

کچھ دیر ٹہلنے کے بعد اسے ہلکی سی بھوک محسوس ہوئی۔ اس نے سوچا جہاں چھ کیلے کھائے ہیں وہاں ایک اور سہی۔ بیوی سے کہے گا کہ کیلے اس کے لیے خریدے تھے لیکن بس کے انتظار کی بے چینی میں وہ خود کھا گیا۔لیکن کیا اس کی بیوی اعتبار کرے گی کہ واقعی بس اتنی دیر تک نہ آئی۔ طیش میں آکر اس نے ساتواں کیلا بھی کھا لیا اور اس کے چھلکے کو سڑک پر دے مارا۔ اب وہ بس اسٹاپ سے آگے نکل آیا تھا۔

اتنے میں انجن کی پُرشور آواز ابھری۔ تیزی سے موڑ کاٹتی ہوئی سٹی بس زائیں سے اس کے قریب سے گزر کر اسٹاپ پر جارکی۔ وہ پلٹ کر برق رفتاری سے اسٹاپ کی طرف دوڑا لیکن چند ہی قدم کے فاصلے پر اس کے پاؤں کسی لجلجی سی چیز پر پڑ کر پھسل گیا۔ یہ خود اس کا پھینکا ہوا ساتواں چھلکا تھا!

وہ توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ منہ کے بل سڑک پر گر گیا۔ گھٹنوں اور کہنیوں میں شدید چوٹ آنے کے باوجود وہ تیزی سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن بس جا چکی تھی۔ وہ دور ہوتی ہوئی بس کی پشت پر لگا ہوا 'سرخ تکون' گھورتا رہ گیا۔ وہ تکون لمحہ لمحہ مدھم ہوتا جا رہا تھا..........

(ناظم خلیلی کے افسانے 'سات کیلے کے چھلکے' کی ترمیم شدہ تلخیص)

بچّو! افسانہ 'سات کیلے کے چھلکے' پڑھ کر آپ کے دل میں کیا خیالات ابھرتے ہیں؟ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

'سات کیلے کے چھلکے' ایک افسانہ ہے۔ اردو میں اس طرح کے کئی افسانے لکھے گئے ہیں۔ بچّو! چند افسانہ نگاروں اور ان کے افسانوں کی فہرست تیار کیجیے۔ کسی ایک پسندیدہ افسانہ نگار پر نوٹ تیار کیجیے۔

لطیفے سننے اور سنانے میں بڑا مزہ آتا ہے، چند لطیفے جمع کیجیے اور کوئی ایک لطیفہ کلاس میں سنائیے۔

گھٹنوں اور کہنیوں میں شدید چوٹ آنے کے باوجود وہ تیزی سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن بس جا چکی تھی.......

بچّو! اس کے بعد کیا ہوا ہوگا؟ اس کہانی کو آگے بڑھائیے۔

یونٹ V

گاتا جائے بنجارا

کہتے ہیں جسے ہندلمانی سنگم
تہذیب وہ اردو کی ہے گنگا جمنی

جاویدؔ وشِشٹ

یادیں ابھی تازہ ہیں

نازیہ! موسمِ گرما کی چھٹیاں شروع ہو چکی ہیں، چلو، ہم سب دو چار دن کے لیے دادی امّاں کے گھر ہو آئیں۔

ایسا کیوں نہ کریں، امّی! ہم کل ہی روانہ ہو جائیں۔ نازیہ نے کہا۔

صبح کا سہانا وقت تھا۔ دادی امّاں اکیلی اپنے گھر کے برآمدے میں بیٹھی چمن کا نظارہ کر رہی تھیں۔ اچانک ان کی نظر ایک خوبصورت لڑکی پر پڑی جو چمن میں گلاب کے پھول توڑ رہی تھی۔ قدرت کی اس جیتی جاگتی حسین تخلیق کو وہ حیرت و دلچسپی سے دیکھنے لگیں۔ انھوں نے حسرت سے ایک آہ بھری اور دل ہی دل میں بولیں، کاش! میری پوتی نازیہ بھی اس وقت میرے ساتھ یہاں ہوتی!

اِتنے میں دادی امّاں کو کسی کے آنے کی آہٹ سنائی دی۔ انھوں نے مڑ کر دیکھا تو نازیہ ان کی پُشت پر کھڑی تھی۔ اس کو دیکھتے ہی دادی امّاں کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی وہ جھٹ سے اٹھیں اور نازیہ کو گلے سے لگا لیا۔

نازیہ کی ماں نے کہا، امّی جان! میں بھی یہاں موجود ہوں۔

بہت اچّھا۔

تم شہر کی زندگی میں اتنی کھو گئی ہو کہ دادی امّاں کو بھلا دیا؟

نہیں دادی امّاں! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ سچ بات تو یہ ہے جامُن اور آم کے

گھنے درخت اور کھیت کھلیانوں کے منظر شہر میں نصیب نہیں ہوتے۔ کھانے پینے کی چیزیں اکثر وہاں ہوٹلوں سے منگوائی جاتی ہیں۔ پھل پھلاری دکانوں سے خریدی جاتی ہیں۔ لوگ اپنا زیادہ تر وقت ٹی.وی اور ویڈیو گیم میں صرف کرتے ہیں۔

بیٹی! ہمارے بچپن میں ساری ضروری چیزیں ہاٹ بازاروں میں ملتی تھیں جو ہفتہ میں ایک یا دو بار لگا کرتے تھے۔ آج بھی میرے ذہن میں وہ یادیں تازہ ہیں۔ یہ کہہ کر دادی امّاں خیالوں میں گم ہو گئیں۔

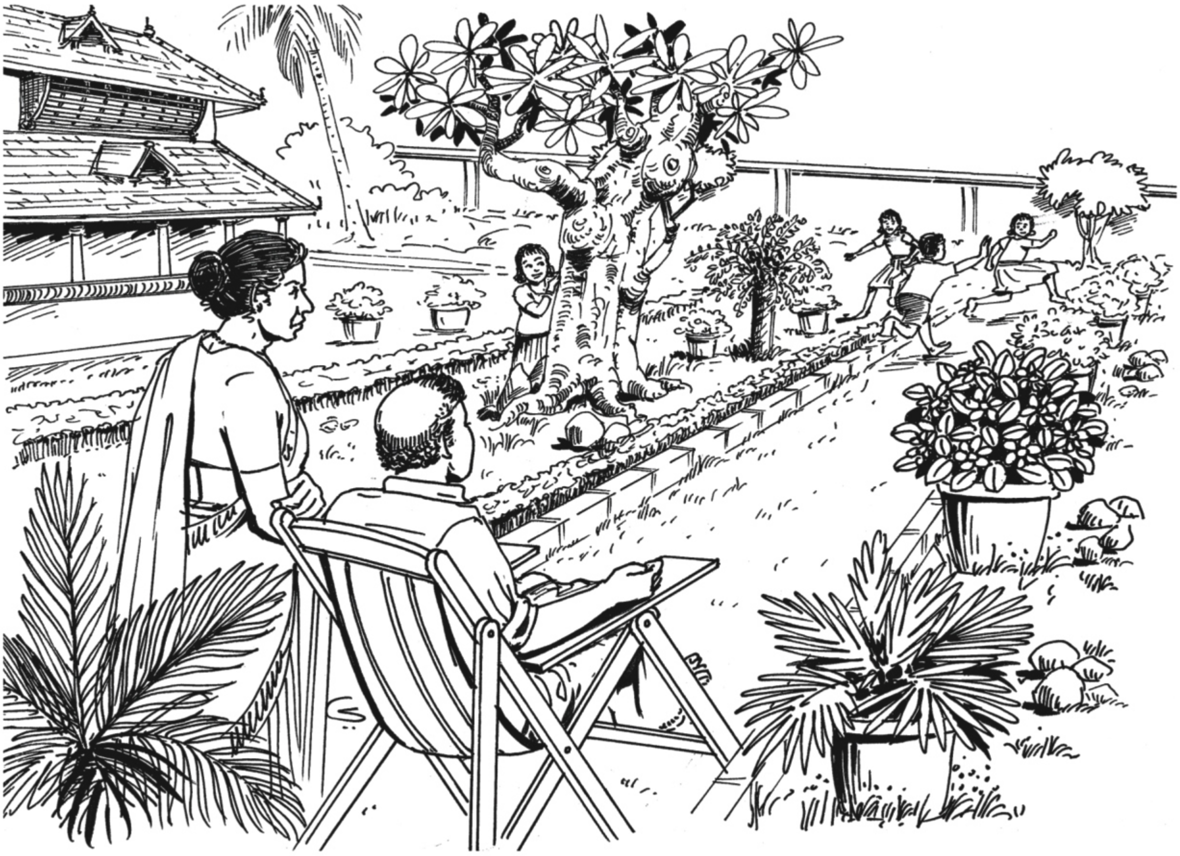

زمین کے تارے

مور مارکیٹ کے پاس ہی بڑا میدان ہے۔ جس میں ایک چھوٹا سا تالاب ہے۔ تالاب پر ہری ہری تہہ جم کر رہ گئی ہے۔ کناروں پر مینڈک ٹرٹرانے لگتے ہیں۔ مگران کی ٹرٹراہٹ میدان میں تماشا گروں، تماش بینوں اور مجمع بازوں کے شوروغل میں ڈوب گئی ہے۔

مارکیٹ سے لگے ہوئے میدان میں چھوٹے بیو پاری اپنے سامان، اپنی اپنی دوکانیں سجانے لگے ہیں۔ بازار میں بڑی چہل پہل ہے۔ خوش پوش نوجوان، لڑکوں اورلڑکیوں کی ٹولیاں اس میدان میں گھوم رہی ہیں۔ بھیڑ کی عجیب کیفیت ہے۔ اس شوروغل میں شام بڑے اطمینان سے ڈھل رہی ہے۔ پاس کے ریلوے اسٹیشن سے گاڑیوں کے آنے جانے کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ میدان میں گیس لائٹ کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔

ایک مداری بندریا کا تماشا دکھا کر لوٹ رہا ہے۔ وہ ایک خانہ بدوش ہے۔ ایک کھیل دکھا کر اسے شاید ایک دن اور رات گزارنے جتنے روپیے ملے ہیں۔ دانتوں کا دیسی منجن بیچنے والے نے اپنی بے سُری آواز میں فلمی گانوں کی جھڑی لگا دی ہے۔ بھائیو! دانتوں کی حفاظت سارے جسم کی حفاظت ہے، دانت گئے صحت گئی، دانتوں کی حفاظت کا واحد منجن ''سادھو منجن''

پاس ہی ایک ہری بھکت گلے میں ہارمونیم لٹکائے اپنا گلا پھاڑ رہا ہے۔اس کی بیوی بھی ہری کتھا میں اس کا ساتھ دے رہی ہے۔ اس کتھا کے بعد وہ اپنی جھولی پھیلائے لوگوں کے درمیان گھومنے لگتا ہے۔

دُھندلی شام اب رات میں ڈھل گئی ہے۔تماشا گراور دکان دارایک ایک کر کے بازار سے رخصت ہو رہے ہیں۔ پاس ہی ایک درخت کے نیچے چڑی ماروں کا قبیلہ پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ یہ بے سروسامان خانہ بدوش بڑے ہی خوش مزاج اور آزادطبع ہوتے ہیں۔اس وقت اس قبیلے میں بڑی دھوم دھام ہے۔وہ سب ٹن کے ڈبے بجا بجا کر ناچ گا رہے ہیں۔

چھن چھن پایل ناچ رہی ہے، ناچ سکھی، دل کھول کے ناچ
چاندی کی جھنکاروں کے سنگ، بول رسیلے بول کے ناچ
چھن چھن پایل ....
چھن چھن پایل بجتی جائے، ناچ کی دھن پر بجتی جائے
بہہ نکلے سنگیت کے دھارے، موج موج سے آنکھ ملاتی
چھن چھن پایل ....

اسٹیشن سے نکلنے والی آخری گاڑی بھی نکل چکی تھی۔ اب اس خطہء زمین پر امن ہی امن ہے۔ قبیلے کے اکثر افراد گٹھری کی طرح اپنے جسموں کو موڑ مڑا کر سو گئے ہیں۔

(انور ربّانی کی کہانی کی تلخیص)

بچّو! اس لوک گیت کو ترنّم میں پیش کیجیے۔

بچّو! آپ نے ہاٹ یا بازار دیکھے ہوں گے۔ کسی ایک ہاٹ یا بازار کا آنکھوں دیکھا حال اپنے الفاظ میں لکھیے۔

بچّو! آپ نے اخباروں اور ٹی وی میں کئی اشتہارات پڑھے اور دیکھے ہوں گے۔ اپنی کسی پسندیدہ چیز کا اشتہار تیار کیجیے۔

بچّو! ہم ریڈیو اور ٹی وی سے کئی اشتہاری جملے سنتے ہیں۔ ایسے چند اشتہاری جملے جمع کیجیے۔

میڈ اِن اِنگلینڈ

بھائیو اور بہنو! اگلی تیس تاریخ کو ہمارے گاؤں کا 'گرامو تسو' منعقد کیا جا رہا ہے۔ اس کا افتتاح وزیرِ تعلیم کریں گے۔ 'اتسو' میں گیت سنگیت کے ساتھ ڈراما بھی اسٹیج کیا جائے گا۔ سب لوگوں سے شرکت کی گزارش ہے۔

دادا جان! یہ کس بات کا اعلان کیا جا رہا ہے؟

نازیہ بیٹی! یہ ہمارے گرامو تسو کا اعلان ہو رہا ہے۔ اس میں کئی پروگرام ہوں گے۔ ڈراما بھی اسٹیج کیا جائے گا۔

ڈراما اسٹیج کیا جائے گا؟ تو دادا جان! ہم اس دن ڈراما دیکھنے جائیں گے؟

ضرور بیٹی! ہم دادی امّاں اور ماں کے ساتھ جائیں گے، مزا آئے گا۔

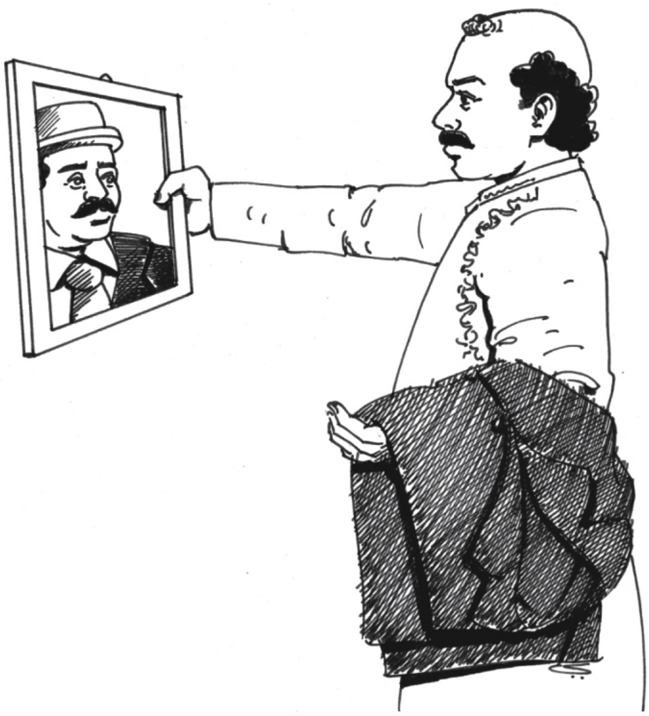

(بیٹھک کا کمرہ۔کمرے میں بکھری چیزوں کو زلیخا بیگم ترتیب سے رکھ رہی ہیں)

کلّو : بھابی !او بھابی

زلیخا : ارے کلّو میاں ! تم آ گئے؟

کلّو : مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے مجھے بلایا ہے۔

زلیخا : ہاں کلّو ! منّے کے ابّا صبح سے بازار گئے ہیں۔اب تک نہیں لوٹے مجھے تو بڑی فکر ہو رہی ہے۔

کلّو : بھابی ! فکر کی کیا بات ہے؟ آ جائیں گے۔دراصل وہ جس بازار میں گئے ہیں وہاں چیزوں کو دیکھنے، پرکھنے اور مول بھاؤ کرنے میں وقت لگتا ہی ہے۔

زلیخا : ایسا کون سا بازار ہے جہاں چیزوں کو خریدنے میں اتنا وقت لگتا ہے؟

کلّو : بھابی ! وہ کوئی ایسا ویسا بازار نہیں ہے، جمعہ کے جمعہ لگنے والا بازار ہے جہاں ساری چیزیں سکینڈ ہینڈ ہوتی ہیں۔

زلیخا : وہی پرانی چیزوں کا بازار، اس بازار میں ایسی کیا خاصیت ہے؟

کلّو : یہ گھڑی دیکھیے ! کتنی خوبصورت ہے (گھڑی آگے بڑھاتا ہے) اس بازار سے میں نے یہ گھڑی چالیس روپیے میں خریدی ہے۔

زلیخا : (گھڑی دیکھتے ہوئے) واقعی کلّو ! بڑی خوبصورت گھڑی ہے، مگر یہ تو بند ہے، وقت بتاتی ہی نہیں!

کلّو : وقت کون دیکھتا ہے بھابی، آج کل تو لوگ گھڑی کو دیکھتے ہیں۔

زلیخا : کلّو! میں تو ایک دم پریشان ہوگئی ہوں، ان کی سکینڈ ہینڈ چیزیں خریدنے کی عادت سے۔

کلّو : سکینڈ ہینڈ چیزیں خرید کر آپ کے شوہر پیسہ بچا رہے ہیں۔

زلیخا : کیا خاک پیسے بچا رہے ہیں۔ تم نے سنا نہیں ''سستا روئے بار بار مہنگا روئے ایک بار''۔ سستی چیزیں خرید کر بار بار رونا کون سی عقل مندی ہے۔

(فخرو ہاتھ میں ایک بڑا سا گرم کوٹ لٹکائے خوشی خوشی شعر گنگناتے ہوئے داخل ہوتا ہے)

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

کلّو : کیا بات ہے فخرو بھائی؟ بہت خوش نظر آرہے ہو۔ تم کو بازار گئے زیادہ دیر ہوگئی تھی تو بھابی بہت پریشان ہوگئیں۔

زلیخا : (غصّے سے) مگر میں پوچھتی ہوں، آپ صبح بازار گئے تھے اب لوٹ رہے ہیں۔ آخر اتنی دیر ہوئی کیوں؟

فخرو : ارے بھئی بیگم! دیر تو ہو ہی جاتی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہم جس بازار میں گئے تھے وہاں چیزوں کو دیکھ پرکھ کر خریدنا پڑتا ہے۔

(کوٹ کو آگے کرتا ہے) اسی وجہ سے تو دیر ہوئی ہے۔ جانے کتنی دیر تک اس کا معاینہ کرتا رہا۔ بالکل نیا جیسا ہے تب جا کر خریدا۔

کلّو : مگر فخرو بھائی یہ ہے کیا؟

فخرو : یہ 'ہٹلر کٹ گرم کوٹ' ہے۔ دیکھو، کیا شاندار چیز ملی ہے۔ کسی انگریز کا معلوم ہوتا ہے۔ میڈ اِن انگلینڈ'' (Made in England) بھی لکھا ہوا ہے۔

زلیخا : منّو کے ابّا! کوٹ کی تعریف میں زمین آسمان کے قلاّبے مت ملائیے اور صاف صاف بتائیے اس کی قیمت کیا ہے؟

فخرو : یہ سمجھ لو کہ یہ کوٹ بے قیمت ہی ملا ہے۔ صرف چالیس روپیے میں یہ کوٹ ملا ہے، کلّو!

کلّو : فخرو بھائی جلدی سے یہ کوٹ پہن کر بھابی کو دکھاؤ۔

فخرو : لو بھئی۔ اب آپ لوگ کہتے ہیں تو میں پہن لیتا ہوں ورنہ میں اس کوٹ کو عید کے دن پہننے والا تھا (کوٹ پہنتا ہے) ایسا لگتا ہے جیسے ٹیلر نے میرا ہی ناپ لے کر یہ کوٹ تیار کیا ہے۔

(کوٹ پہنتے ہی فخرو جھومتے ہوئے عجیب عجیب حرکتیں کرنے لگتا ہے)

فخرو : ہائے لیڈی ہاو آر یو (Hi ! Lady, How are you) وہئر از مائی بریک فاسٹ؟ (Where is my breakfast?)

زلیخا : (تعجب سے) یہ اچانک آپ کو کیا ہو گیا ہے؟

کلّو : فخرو بھائی یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟

فخرو : ہم کو کچھ نہیں ہوگا، ہم انگریز ہیں۔

کلّو : تم پاگل تو نہیں ہو گئے۔

زلیخا : منّو کے ابّا! یہ آپ کو کیا ہو گیا ابھی ابھی تو آپ بھلے چنگے تھے (پریشانی کے عالم میں) ہائے رے! میں لٹ گئی، برباد ہو گئی، اب میرا کیا ہوگا منّو کے ابّا!

کلّو : بھابی! مجھے تو ان کی حرکتوں کو دیکھ کر کچھ سمجھ میں آرہا ہے۔

زلیخا : کیا سمجھ میں آرہا ہے؟

کلّو : مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ ان کے اوپر کسی انگریز کا بھوت سوار ہو گیا ہے۔
بھابی! اب تو ان کا علاج کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہی کر سکتا ہے۔
وہی ان پر سوار بھوت کو اتار سکتا ہے۔

زلیخا : تو پھر دیر کس بات کی ہے، تم جاؤ اور فوراً جھاڑ پھونک والے بابا کو لے آؤ۔

(کلّو جھاڑ پھونک کرنے والے بابا کے ساتھ داخل ہوتا ہے۔ بابا کے ساتھ ان کا ایک ساتھی جمبورا بھی ہے۔ بابا عجیب عجیب حرکتیں کرتے ہوئے ایک خاص منتر پڑھتے جاتے ہیں)

بابا : زوزو....زوزو........پھو... پھا........آ نک چھم۔ کہاں ہے بھوت؟

کلّو : یہ صاحب جو ہٹلر کٹ کوٹ پہنے ہوئے ہیں نا، یہی بھوت ہے۔

فخرو : او، میں بھوت! بھوت تو یہ بابا نظر آرہا ہے۔ میں انگریز ہوں۔

کلّو : انگریز؟

فخرو : ہاں! میں اس کوٹ کے ذریعے یہاں پر آیا ہوں۔

بابا : جمبورے! اس کوٹ کو اتارنا ہوگا، تم دونوں مل کر اس کوٹ کو اتارو۔

(کوٹ اتارتا ہے)

فخرو : کیا بات ہے بیگم؟ یہ ہمارے گھر میں اتنی بھیڑ کیوں ہے؟
یہ سب کس لیے آئے ہیں؟

کلّو : ہاں فخرو بھائی، تم تو فٹافٹ انگریزی بول رہے تھے، نہ صرف انگریزی بول رہے تھے، بلکہ انگریزوں کی طرح حرکتیں بھی کر رہے تھے۔

فخرو : ارے! یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ میں انگریزی بول رہا تھا، بیگم!
آج کل انگریزی بولنے والوں کو ہی عقل مند سمجھا جاتا ہے۔
آج انگریزوں کی ہی ساری باتیں ہماری تہذیب کا حصّہ بنتی جارہی ہیں۔

زلیخا : بابا! آپ کا بہت بہت شکریہ، آپ نے انگریز کے بھوت سے میرے شوہر کو بچالیا۔

کلّو : بابا! اب اس کوٹ کا کیا کیا جائے؟

فخرو : میں اس کوٹ کو پہن کر اپنے منّو کا ٹیوشن لیا کروں گا اور اس کا ہوم ورک کیا کروں گا۔ (سب ہنسنے لگتے ہیں)

(شکیل شاہ جہاں کے ڈرامے 'سیکنڈ ہینڈ کوٹ' کی تلخیص)

بچّو! یہ ڈراما آپ کو ضرور پسند آیا ہوگا۔ اس کا کوئی پسندیدہ حصّہ پیش کیجیے۔

بچّو! آپ کو اس ڈرامے کا کون سا کردار پسند ہے؟ کیوں؟

بچّو! یہ کہاوت پڑھیے۔

''ستا روئے بار بار مہنگا روئے ایک بار'' اس کہاوت پر اپنے خیالات پیش کیجیے۔

بچّو! ہر ڈرامے میں ایک کہانی ہوتی ہے۔ آپ نے بہت سے ڈراموں کی کہانیاں پڑھی ہوں گی۔ اس ڈرامے کو کہانی کی شکل میں لکھیے اور کلاس میں پیش کیجیے۔

بچّو! فخرو اس کوٹ کی مدد سے اپنے بچّوں کو انگریزی میں 'ٹیوشن' دینا چاہتا ہے۔ اس ڈرامے کا اگلا منظر تیار کیجیے اور پیش کیجیے۔

وطن کی عظمت

نازیہ بیٹی! تمھیں ڈراما کیسا لگا؟

اچّھا تھا دادا جان! مجھے بڑا مزہ آیا۔ ہنس ہنس کر میرا پیٹ پھول گیا۔

دادا جان! کیا آپ کے بچپن میں اس طرح کے پروگرام ہوا کرتے تھے؟

ضرور بیٹی! زیادہ تر ادبی محفلیں ہوا کرتی تھیں۔ محفلوں میں شعر و شاعری کے ساتھ دلچسپ لطیفے بھی سنائے جاتے تھے۔ اس وقت میں نے بھی اپنے پسندیدہ شاعر چکبستؔ کی ایک بہترین نظم سنائی تھی۔ میری خوش گلوئی سے متاثر ہو کر لوگوں نے مجھے گلے لگایا تھا۔

اچّھا دادا جان! ہمیں بھی وہ نظم سنایئے۔

اے خاکِ ہند تیری عظمت میں کیا گماں ہے
دریائے فیض قدرت تیرے لیے رواں ہے
اس خاکِ دل نشیں سے چشمے ہوئے وہ جاری
چین و عرب میں جن سے ہوتی تھی آبیاری
سارے جہاں میں جب تھا وحشت کا ابر طاری
چشم و چراغِ عالم تھی سر زمیں ہماری

گوتم نے آبرو دی اس معبدِ کُہن کو
سرمد نے اس زمیں پر صدقے کیا بدن کو
اکبر نے جامِ الفت بخشا اس انجمن کو
سینچا لہو سے اپنے رانا نے اس چمن کو

دیوار و در سے اب تک ان کا اثر عیاں ہے
اپنی رگوں میں اب تک ان کا لہو رواں ہے

برسوں سے ہو رہا ہے برہم سماں ہمارا
دنیا سے مٹ رہا ہے نام و نشاں ہمارا

علم و کمال وایمان برباد ہو رہے ہیں
عیش وطرب کے بندے غفلت میں سو رہے ہیں

(برج نرائن چکبستؔ)

اس نظم کو ترنّم میں سنائیے۔

اس نظم سے کوئی پسندیدہ شعر چن لیجیے اوراس کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے۔

بچّو! چکبستؔ نے ہندوستان کی شان میں بہت خوب کہا ہے۔آپ بھی ہندوستان کی تعریف میں کیے ہوئے شعر جمع کیجیے اوران اشعار کو'میرا گلشن' میں لکھیے۔

یونٹ VI

پھولوں کی مُسکان

فضا میں ہر سمت بس دھواں ہے
یہ اپنے شہروں کی داستاں ہے
ہر ایک انسان کے رخ سے یا رو
فضا کی آلودگی عیاں ہے
شفیع ساؔغر

بھیڑ میں اکیلے

انور بہت پریشان تھا۔ اپنے والد کی موت کے بعد گھر کا سارا بوجھ اس پر آپڑا تھا۔ زندگی کے تلخ تجربوں سے پہلی بار اس کا سامنا ہوا۔ وہ ایک کھاتے پیتے گھرانے کا فرد تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ حالات بگڑتے چلے گئے۔ اس نے حال ہی میں بی.اے.کی ڈگری حاصل کی تھی، اس لیے اپنے علاقے میں محنت مزدوری کرنے میں اسے بے حد شرمندگی محسوس ہوتی تھی۔

انور کی صرف ایک ہی آرزو تھی کہ وہ گلف کے کسی ملک میں نوکری حاصل کرلے۔ اس نے بڑی مشکل سے ویزا کے لیے ایک رقم کا انتظام کیا۔ ایک روز ویزا مل ہی گیا۔ اب اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔

آخر کار وہ گلف پہنچ ہی گیا۔ ایک دن اس نے سوچا کہ یہاں ہزاروں ہندوستانی اپنا گھر بار چھوڑ کر نوکری کرنے آئے ہیں۔ ان کا دکھ درد بانٹنے کے لیے یہاں کوئی نہیں ہے۔ اسے اچانک حالؔی کا یہ شعر یاد آیا۔

کوئی محرم نہیں ملتا جہاں میں
مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں

انور کا محبوب مشغلہ کتابیں پڑھنا تھا۔ کام سے فارغ ہو کر وہ اپنے کمرے میں بیٹھا کتابیں پڑھتا تھا۔ آج اس کے ہاتھ میں اردو کے مشہور شاعر ندؔا فاضلی کی کتاب تھی۔ کتاب کا ایک مضمون یوں تھا۔

میں نے سعودی عرب کے شہر جدّہ میں ایک ہندوستانی کے گھر ایک نیم کا پیڑ دیکھا تھا۔ بھارت سے کوسوں دور نیم کو دیکھ کر مجھے ایسی ہی خوشی ہوئی جیسے پردیس میں کسی ہم وطن سے مل کر ہوتی ہے۔

یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ وہ نیم ہوتے ہوئے بھی ہماری نیموں جیسا نہ لمبا چوڑا ہے نہ اس کی شاخیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔ وہ بڑی عمر کا تھا لیکن عمر کے حساب سے نہ اس کی لمبائی تھی نہ چوڑائی۔ شاخیں بھی اوپر جانے کے بجائے نیچے جھکی ہوئی تھیں۔ میں نے اسے دیکھ کر مالکِ مکان سے پوچھا کیا بات ہے؟

انھوں نے جواب میں کہا۔ بھائی میں یہاں کھجوروں کے دیس میں بہت اکیلا محسوس کرتا تھا۔ کچھ سال پہلے لکھنؤ گیا وہاں سے اپنے آنگن کے نیم کی قلم لایا۔ بڑی

محنت سے پال پوس کر اسے بڑا کیا۔مگر میری تنہائی میں میرا ساتھ دینے کے بجائے یہ اپنی بیماری سے مجھے اور اکیلا کرنے لگا ہے۔

میں نے کہا رشید صاحب! جس طرح آپ اپنے بچّوں سے تنہا محسوس کرتے ہیں یہ بے چارہ بھی اپنے ساتھ کھیلنے والے بچّوں کی غیر موجودگی سے پریشان ہے۔اس کی دوسری پریشانی یہ ہے کہ یہ جو زبان صدیوں سے بولتا اور سنتا آیا ہے اسے جاننے اور سمجھنے والا یہاں کوئی نہیں ۔ یہ ہندوستانی سنتا ہے اور بولتا ہے اور یہاں کی قومی زبان عربی ہے۔

ہندوستان سے ایک نیم کا پودا سعودی عرب لایا گیا۔کھجوروں کے بیچ وہ تنہائی کی زندگی کاٹ رہا ہے۔نیم کے پودے کی کہانی اپنے الفاظ میں لکھیے ۔

مجھے یاد ہے بچپن میں میری ماں امتحان کے دنوں میں شیو مندر کے سامنے بیٹھے چڑی ماروں کے پنجروں سے چڑیاں آزاد کروا کے آسمان میں اڑاتی تھی۔ ماں کہتی تھی چڑیاں آزاد ہو کر دعائیں دیں گی اور یہ دعا امتحان میں کام آئے گی۔

مجھے بچّے، پھول اور چڑیاں بہت پسند ہیں۔آج کی دنیا میں جب کہ ہر چیز میں کھوٹ پیدا ہو گئی ہے،انسان میں حیوان شامل ہو گیا ہے،پاکیزہ ندیاں میلی ہوتی جا رہی ہیں،محبت نفرت اور سیاست میں وحشت جڑتی جا رہی ہے،اگر کہیں تھوڑی سی اصلیت نظر آتی ہے تو وہ بچّوں کی مسکراہٹ ہے پھولوں کی کھلکھلاہٹ ہے۔ چڑیوں کی

چہچہاہٹ ہے،ان تینوں کی آپس میں دوستی بھی بہت ہے۔

آج کی دنیا میں ہر چیز میں کھوٹ پیدا ہوگئی ہے کہیں تھوڑی سی اصلیت نظر آتی ہے تو وہ بچّوں کی مسکراہٹ اور پھولوں کی کھل کھلاہٹ ہے۔

اس قول پر اپنے خیالات پیش کیجیے۔

پھولوں سے بچّوں کا رشتہ بھی کچھ ایسا ہی ہے بہت پہلے ایک کہانی پڑھی تھی۔ کہانی کا بیان کچھ یوں تھا۔

ایک ہرے بھرے باغ میں روز دوپہر کو جب باغ کا مالی کھاپی کر سوتا تھا تب بچّے وہاں گھس کر کھیلتے تھے، ڈالوں پر جھولتے تھے۔ پرندوں کی آواز میں آواز ملاتے تھے، پھولوں کے ساتھ مسکراتے تھے۔

ایک دن بچّوں پھولوں اور پنچھیوں کے کھیل کی آوازوں سے مالی کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ وہ ڈرادھمکا کر بچّوں کو بھگا دیتا ہے اور جس دیوار کی کھڑکی سے بچّے باغ میں آتے تھے اسے بند کر دیتا ہے۔

بچّوں کا آنا بند ہوگیا۔ لیکن اسے دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اب نہ باغ میں پھول مسکراتے تھے۔ نہ پرندے چہچہاتے تھے اور نہ درخت لہراتے تھے۔ ایک دو دن اس نے پیڑوں کو پانی پلایا۔ پرندوں کو رجھانے کو دانے ڈالے۔ مگر نہ پرندوں نے گانا سنایا نہ پیڑوں نے پھولوں کو ہنسنے کا حکم سنایا۔

مجبور ہو کر اس نے کھڑکی کھول دی۔ بچّوں کے آتے ہی سب کچھ پہلے جیسا ہو گیا۔

بچّے باغ میں واپس آئے تو پیڑ پودے بہت خوش ہو گئے۔ اس وقت بچّوں اور پودوں میں کیا گفتگو ہوئی ہوگی؟ اپنے تخیل سے اس گفتگو کو تیار کیجیے۔

آپ کے گاؤں سے بھی لوگ نوکری کی تلاش میں گلف جاتے ہوں گے۔ چھٹیوں کے دوران واپس آئے ہوئے ایسے کسی ایک شخص سے انٹرویو لینے کے لیے سوال نامہ تیار کیجیے۔

ایک آرزو

انور اس بار بھی دو سال کے بعد چھٹیوں میں اپنے شہر پہنچا۔ اپنے گھر والوں سے مل کر وہ خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ باتوں باتوں میں بیوی نے انور سے کہا۔ اجی! نیا گھر بنانے کے بارے میں کچھ سوچا بھی ہے؟

ہاں ہاں۔ تمھارا کیا خیال ہے؟

پانچ بیڈروم کا دو منزلہ گھر......

پانچ بیڈروم کا دو منزلہ گھر! نہیں ....نہیں، تم اچّھی طرح جانتی ہو کہ میں ایک چھوٹا گھر گاؤں میں بنانا چاہتا ہوں۔

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب!
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو
شورش سے بھاگتا ہوں، دل ڈھونڈتا ہے میرا
ایسا سکوت، جس پر تقریر بھی فدا ہو!
مرتا ہوں خامشی پر، یہ آرزو ہے میری
دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو
لذّت سرؤد کی ہو چڑیوں کے چہچہوں میں
چشمے کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہو

صف باندھے دونوں جانب بوٹے ہرے ہرے ہوں
ندّی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو

ہو دل فریب ایسا کہسار کا نظارہ
پانی بھی مَوج بن کر اٹھ اٹھ کے دیکھتا ہو

پانی کو چھو رہی ہو جُھک جھک کے گل کی ٹہنی
جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو

مہندی لگائے سورج جب شام کی دلھن کو
سُرخی لیے سُنہری ہر پھول کی قبا ہو

(علاّمہ اقبالؔ)

شاعر اپنا نیا مکان فطرت کے کس حسین مقام پر بنانا چاہتا ہے؟ اس مقام کی منظر کشی کیجیے۔

سرود اور ستار آلاتِ موسیقی ہیں۔ اسی طرح کے چند اور آلاتِ موسیقی کی تصویریں جمع کرکے ان کے نام لکھیے اور کسی ایک موسیقار پر نوٹ لکھیے۔

نظم 'ایک آرزو' سے کوئی ایک پسندیدہ شعر منتخب کیجیے اور اس کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے۔

پانی کو چھو رہی ہے جھک جھک کے گُل کی ٹہنی
جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو

بچّو! اس شعر پر ایک تصویر بنائیے اور اس پر اپنے خیالات پیش کیجیے۔

جوش ملیح آبادی

علّامہ اقبالؔ

نظیر اکبر آبادی

برج نرائن چکبستؔ

میر محمد تقی میرؔ

فرہنگ

آثار	نشانیاں അടയാളങ്ങൾ
آرام پسند	സുഖലോലുപൻ
آزاد طبع	സ്വതന്ത്രൻ
آستین	കുപ്പായക്കൈ
آغوش	മടിത്തട്ട്
آلودگی	മലിനീകരണം
آمد	ആഗമനം
آنکھیں چندھیانا	آنکھوں کا تیز روشنی کی تاب نہ لا پانا
آنکھیں موند لینا	آنکھیں بند کرنا
آنگن	മുറ്റം
آہٹ	കാലൊച്ച
اٹھنّی	എട്ടണ, അര രൂപ
اچھالنا	اوپر پھینکنا
احتجاج	പ്രതിഷേധം
اداریہ	എഡിറ്റോറിയൽ
ادھار	قرض കടം
ادھ ننگا	അർദ്ധനഗ്നൻ

اضافہ	വർദ്ധനവ്
اطلاع	അറിയിപ്പ്
اضطراب	بے چینی
اعتبار	بھروسا
اعزاز	Honour
افسردہ دلی	اداسی
افلاس	غریبی
التجا	عرض അപേക്ഷ
الٹا ہونا	തകിടംമറിയുക
الفت	محبت
امنگ	آرزو മോഹം
اندیشہ	ആശങ്ക
انگارہ	തീക്കനൽ
ایجاد	കണ്ടുപിടിത്തം
ایک دم	اچانک
باری	ഊഴം
بخش دینا	معاف کرنا
برق رفتار	മിന്നൽവേഗത്തിൽ

- بدنام کرنا : ദുഷ്പേരുണ്ടാക്കുക
- برآمدہ : വരാന്ത
- بکنا : ജൽപ്പനം
- بگاڑنا : خراب کرنا
- بنجارہ : നാടോടിക്കച്ചവടക്കാരൻ
- بوجھل : ഭാരംകൂടിയ
- بودوباش : رہن سہن
- بڑھیا : اعلیٰ درجے کا
- بہتر : اچھا മെച്ചപ്പെട്ട
- بیاہ : شادی വിവാഹം
- بے پناہ ترقی : വമ്പിച്ച പുരോഗതി
- بے تابی : ഉൽക്കണ്ഠ
- بے قرار : بے چین അസ്വസ്ഥൻ
- بیماریِ دل : دل کی بیماری
- بھابی : بھائی کی بیوی
- بھاری بھاری قدم : دکھ کے ساتھ
- بھلا چنگا : تندرست
- بھلا دینا : മനഃപ്പൂർവ്വം മറക്കുക
- بھید : راز രഹസ്യം
- بیوہ : വിധവ
- پالنا پوسنا : پرورش کرنا പോറ്റിവളർത്തുക
- پایل : പാദസരം
- پاندان : വെറ്റിലച്ചെല്ലം(പെട്ടി)
- پھٹ پٹھانا : പടപടശബ്ദമുണ്ടാക്കുക
- پُختہ : پکّا
- پردہ ڈالنا : عیب چھپانا
- پڑاؤ : Camp
- پس وپیش : ہچکچاہٹ
- پُشت : پیٹھ
- پگڈنڈی : നടപ്പാത
- پوتی : بیٹے کی بیٹی പൗത്രി
- پَون : ہوا
- پوشاک : لباس
- پِھسلنا : വഴുതുക
- پہلے پہل : ابتدا میں
- پھل پھلاری : پھل اور ترکاریاں
- پھولا نہ سمانا : بے حد خوش ہونا
- پیری : بڑھاپا
- تبدیل کرنا : മാറ്റുക
- تجلّی : نور، روشنی

تخلیق	:	സൃഷ്ടി
ترقی یافتہ	:	പുരോഗമിച്ച
تلاش	:	جستجو അന്വേഷണം
ٹل جانا	:	ٹھیک سے بیٹھ جانا
تماش بین	:	കാഴ്ചക്കാർ
توانائی	:	طاقت
توازن	:	സന്തുലിതാവസ്ഥ
تہذیب	:	സംസ്കാരം
تہمت	:	ദുരാരോപണം
تیز	:	جلدی
تھمنا	:	رُکنا
ٹالنا	:	ഒഴിവ്കഴിവ് പറയുക
ٹرٹرانا	:	തവളയുടെ ശബ്ദം
ٹھیلا	:	ഉന്തുവണ്ടി
ٹن کا ڈبّہ	:	തകരപ്പാത്രം
جامُن	:	ഞാവൽപ്പഴം
جلیل القدر	:	بڑی شان والا ആദരണീയൻ
جمہوریہ	:	റിപ്പബ്ലിക്ക്
جھاڑ پھونک	:	മന്ത്രവാദം
جہیز	:	സ്ത്രീധനം

جوں توں	:	کسی نہ کسی طرح، جیسے تیسے
جھپٹنا	:	ചാടിവീഴുക
جھٹکا	:	ആഘാതം
جھٹ سے	:	فوراً
جھڑی لگنا	:	لگاتار بارش ہونا
جھنکار	:	ചിലങ്കയുടെ ശബ്ദം
جھونپڑا	:	کٹیا കുടിൽ
جھولی	:	جھولے کی تصغیر فقیر کا چھوٹا جھولا جو گلے میں لٹکایا جاتا ہے
جیتی جاگتی	:	زندہ
چپہ چپہ	:	کونا کونا، زمین کا ہر حصّہ
چرخی	:	ചെറിയ ചർക്ക
چڑی مار	:	پرندے پکڑنے والا پرندوں کا شکاری
چمک دمک	:	തിളക്കം
چمک اٹھنا	:	തിളങ്ങുക
چوپایہ	:	جانور
چودہ طبق	:	سات آسمان اور سات زمین

چوٹ پہنچانا	:	മുറിവേൽപ്പിക്കുക	خوانچہ	:	തളിക
چوک	:	കവല	خوانچہ فروش	:	വഴിവാണിഭക്കാരൻ
چونّی	:	നാലണ(25പൈസ)	خوردنوش	:	کھانا پینا
چولہا	:	അടുപ്പ്	خوش پوش	:	عمدہ لباس پہننے والا
چہچہاہٹ	:	پرندوں کا بولنا			നന്നായി വസ്ത്രം ധരിക്കുന്നവൻ
چہل پہل	:	കോലാഹലം	خوش گوار	:	دل پسند
چھلکا اتارنا	:	തൊലികളയുക	خوش مزاج	:	സൽസ്വഭാവി
حادثہ	:	അപകടം	خوشنودی	:	رضامندی പ്രീതി
حال چال	:	സ്ഥിതിവിശേഷം	خون پسینے کی محنت	:	കഠിനാധ്വാനം
حسرت	:	دکھ، وہ آرزو جو پوری نہ ہو سکی	خیالوں میں گم ہونا	:	ചിന്തയിൽ മുഴുകുക
			داماد	:	ജാമാതാവ്
حسن نکھر جانا	:	حسن چمکنا	دامن	:	آنچل മടിശ്ശീല
حِنا	:	മൈലാഞ്ചി	دانش	:	عقل
حیرت زدہ ہونا	:	ആശ്ചര്യപ്പെടുക	دبلی	:	മെലിഞ്ഞ
خانہ بدوش	:	നാടോടി	درخواست	:	അപേക്ഷ
خاوند	:	شوہر	دفتر	:	office
خطا	:	പാപം	دشوار	:	مشکل
خطہء زمین	:	ഭൂപ്രദേശം	دلفریب	:	دلکش മനോഹരം
خفا ہونا	:	പിണങ്ങുക	دلچسپی	:	മനോഹാരിത
خواب بُننا	:	സ്വപ്നം നെയ്യുക	دمہ کی بیماری	:	ആസ്തമ

دوزخ : جہنّم നരകം

دوشیزہ : کنواری കുമാരി

دھاگا : നൂൽ

دھک سے ہوجانا: حیران ہوجانا

دھکّا دینا : തള്ളുക

دھکیلنا : دھکّا دے کر کسی چیز کو آگے بڑھانا

دُھندلی : മങ്ങിയ

دُھواں : പുക

دھوپ : വെയിൽ

دیدۂ غم ناک : غم میں ڈوبی ہوئی آنکھ

ڈھیلا : تنگ نہ ہونا അയഞ്ഞ

ذائقہ : രുചി

راہ گیر : مسافر

رجھانا : خوش کرنا

رخسار : گال കവിൾത്തടം

رخصت ہونا : വിടവാങ്ങുക

رشتہ : تعلق

رفتہ رفتہ : آہستہ آہستہ

رفتار : വേഗത

زلف : عورتوں کے سر کے بال

زمین آسمان کے قلابے ملانا : വാനോളം പുകഴ്ത്തുക

ساڑھی : ساڑی

ساس : شوہر یا بیوی کی ماں

سبزہ : ہریالی

سبک پلک : നേർത്ത പുരികം

سرود : വാദ്യോപകരണം

سسرال : شوہر یا بیوی کا گھر

سرِ راہ : വഴിയിൽ

سست : അലസൻ

سستا : വിലകുറഞ്ഞ

سکندرِ اعظم മഹാനായ അലക്സാണ്ടർ

سُکوت : خاموشی

سوگ : ശോകം

سونپنا : ഏൽപ്പിക്കുക

سمت : ദിശ

سنجیدہ : ഗൗരവം

سُہانا : സുന്ദരമായ

سیتا پھل : സീതപ്പഴം

سیاہ	:	کالا
شاق	:	مشکل
شاہراہ	:	രാജവീഥി
شرمندگی	:	നാണം
شمشان	:	ശ്മശാനം
شور	:	ബഹളം
شے	:	چیز
صدا	:	آواز
صحت بخش	:	ആരോഗ്യദായകം
طبق	:	چودہ തളിക
طعنہ	:	ശകാരം,കുത്തുവാക്ക്
طبی رسالہ	:	ആരോഗ്യ മാസിക
طیش میں آنا	:	غصّے میں آنا
عبث	:	بے وجہ
عداوت	:	دشمنی
عذاب	:	ശിക്ഷ
عریض	:	چوڑا
عمر رسیدہ	:	പ്രായം കുടിയ
عہدہ دار	:	ഓഫീസർ
غذا	:	کھانا
غفلت	:	അശ്രദ്ധ
فارغ ہونا	:	വിരമിക്കുക
فٹافٹ	:	جلدی അതിവേഗം
فکر کھائے جانا	:	خیالوں میں ڈوبنا
فوّارہ	:	വെള്ളച്ചാട്ടം
قشقہ کھینچنا	:	കുറിതൊടുക
قند	:	കൽക്കണ്ടം
قومی زبان	:	ദേശീയഭാഷ
قومیت	:	ദേശീയത
قہوہ	:	കാപ്പി
کاجل	:	കൺമഷി
کباب	:	കബാബ്
کٹیا	:	جھونپڑی
کرارا نوٹ	:	نیا نوٹ
کُشادہ	:	വിശാലമായ
کشف	:	ظاہر ہونا
کلیدی خطبہ	:	മുഖ്യപ്രഭാഷണം
کمر سیدھی کرنا	:	تھوڑا آرام کرنا
کوسوں دور	:	بہت دور
کھجور	:	ഈത്തപ്പഴം

کہسار : പർവ്വതനിര
کھلیان : ധാന്യപ്പുര,കളം
کہنی : കൈമുട്ട്
کھوٹ : കളങ്കം
کھیت کھلیان : വയലേലകൾ
کیمیائی کھاد : രാസവളം
گپّی : فضول باتیں کرنے والا
گدلا سرخ : മങ്ങിയചുവപ്പ്നിറം
گرد : പൊടിപടലം
گرداب : ചുഴി
گڑنا : കുഴിച്ചിടുക
گذشتہ : گزرا ہوا
گگن : آسمان
گلا پھاڑنا : അലറുക
گود لینا : ദത്തെടുക്കുക
گھڑی : തുണിക്കെട്ട്
لج لجی : വഴുവഴുപ്പുള്ള
لذیذ : مزیدار
لوہے کے جنگلے : ഇരുമ്പ് കൈവരി
ماجرا : واقعے کی تفصیل

ماند پڑنا : മങ്ങലേൽക്കുക
مانگنا : پوچھنا
مایوسی : നിരാശ
مُٹھی : മുഷ്ടി
مجمع : ആൾക്കൂട്ടം
مجمع باز : തെരുവ് കളിക്കാർ
مدھم : മങ്ങിയ
محرم : راز جاننے والا دوست
محنت رنگ لانا : സഫലീകരിക്കുന്ന
محور : അച്ചുതണ്ട്
مسترد : തിരസ്ക്കാരം
مسرّت : خوشی
مصنوعی : കൃത്രിമമായ
مشغلہ : ജോലി
مختاری : آزادی
مدعو : دعوت دیا گیا
مشغلہ : ഹോബി
معاینہ : പരിശോധന
مُعطّر : عطر میں بسا ہوا، خوشبودار
ملاوٹ : മായം

مقدّر : تقدیر
منافع : ലാഭം
منجن : പൽപൊടി
منعقد ہونا : സംഘടിപ്പിക്കുക
منوّر : روشن
موجودگی : സാന്നിധ്യം
موچ : ഉളുക്ക്
موز : کیلا
موری : അഴുക്ക്ചാൽ
مول بھاؤ کرنا : വിലപേശുക
مہر و ماہ : سورج اور چاند
منہ بنانا : ناراض ہونا
مہلک : വിനാശകരമായ
مہنگا : വിലകൂടിയ
مہتاب : چاند
میلے ٹھیلے : ഉത്സവങ്ങൾ
ناانصافی : അന്യായം
ناحق : അന്യായമായി
نازکی : മൃദുലത
ناداری : غریبی

نامنظور ہونا : അംഗീകരിക്കാതിരിക്കുക
نشہ : ലഹരി
نصب کرنا : നിലനിർത്തുക
نقصان دہ : نقصان دینے والا
نقشہ : രൂപരേഖ
نمایاں : പ്രകടമാക്കുന്ന
ننھا : چھوٹا
نوٹوں کی گڈی : നോട്ട്കെട്ട്
نوع انسانی : മനുഷ്യസമൂഹം
نیم کی قلم : വേപ്പിൻതൈ
واسطے : کے لیے
وردان : വരദാനം
ویزا : വിസ
وسیع : വിശാലമായ
ہاٹ : ചന്ത
ہٹی : دکان
ہتّہ : കൈപ്പിടി
ہرجانہ : നഷ്ടപരിഹാരം
ہولناک : ഭയാനകം
یکبارگی : اچانک

حصّہ 'ب'

دعا

خدا ہم کو ایسی خدائی نہ دے
کہ اپنے سوا کچھ دکھائی نہ دے
مجھے ایسی جنت نہیں چاہیے
جہاں سے مدینہ دکھائی نہ دے
مجھے اپنی چادر میں یوں ڈھانپ لو
زمین آسماں کچھ دکھائی نہ دے
میں اشکوں سے نامِ محمد لکھوں
قلم چھین لے روشنائی نہ دے
غلامی کو برکت سمجھنے لگیں
اسیروں کو ایسی رہائی نہ دے
خدا ایسے احساس کا نام ہے
رہے سامنے اور دکھائی نہ دے
(بشیر بدرؔ)

نیا شوالہ

سچ کہہ دوں اے برہمن! گر تو برا نہ مانے
تیرے صنم کدوں کے بت ہو گئے پرانے
اپنوں سے بیر رکھنا تو نے بتوں سے سیکھا
جنگ و جدل سکھایا واعظ کو بھی خدا نے
تنگ آ کے میں نے آخر دیر و حرم کو چھوڑا
واعظ کا وعظ چھوڑا، چھوڑے ترے فسانے
پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاکِ وطن کا مجھ کو ہر ذرّہ دیوتا ہے
آ غیریت کے پردے اک بار پھر اٹھا دیں
بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقشِ دوئی مٹا دیں
شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے
(علاّمہ اقبالؔ)

غزل

بے یار شہر دل کا ویران ہو رہا ہے
دکھلائی دے جہاں تک میدان ہو رہا ہے
اچّھا لگا ہے شاید آنکھوں میں یار اپنی
آئینہ دیکھ کر کچھ حیران ہو رہا ہے
گل دیکھ کر چمن میں تجھ کو کھلا ہی جا ہے
یعنی ہزار جی سے قربان ہو رہا ہے
قرباں گہ محبت وہ جا ہے جس میں ہر سو
دشوار جان دینا آسان ہو رہا ہے
ہر شب گلی میں اس کی روتے تو رہتے ہو تم
اک روز میرؔ صاحب طوفان ہو رہا ہے

(میرؔ تقی میر)

غزل

کوئی جیتا، کوئی مرتا ہی رہا
عشق اپنا کام کرتا ہی رہا
غم وہ میخانہ، کمی جس میں نہیں
دل وہ پیمانہ، کہ بھرتا ہی رہا
حسن تو تھک بھی گیا، لیکن یہ عشق
کارِ معشوقانہ کرتا ہی رہا
دھڑکنیں دل کی سبھی کچھ کر گئیں
دل کو میں خاموش کرتا ہی رہا
تم نے نظریں پھر لیں تو کیا ہوا
دل میں اک نشتر اترتا ہی رہا

(جگرؔ مرادآبادی)

غزل

ماحول میرے شہر کا یاں پر سکوں نہ تھا
لیکن بٹا ہوا یہ قبیلوں میں یوں نہ تھا
اب اہلِ درد تم نے سمجھنے میں دیر کی
کارحیات مانع کار جنوں نہ تھا
چاہا بہت کہ دشت کو گلزار کر سکوں
میرے بدن میں خون تو تھا، اتنا خوں نہ تھا
دنیا نے ہر محاذ پہ مجھ کو شکست دی
یہ کم نہیں کہ خواب کا پرچم نگوں نہ تھا
وعدے پہ تیرے میں نے کبھی شک نہیں کیا
پھر تیرا انتظار مجھے رات کیوں نہ تھا

(شہریارؔ)

مکان

آج کی رات بہت گرم ہوا چلتی ہے
آج کی رات نہ فٹ پاتھ پہ نیند آئے گی
سب اٹھو، میں بھی اٹھوں، تم بھی اٹھو، تم بھی اٹھو
کوئی کھڑکی اسی دیوار میں کُھل جائے گی

یہ زمین تب بھی نگل لینے پہ آمادہ تھی
پاؤں جب ٹوٹتی شاخوں سے اتارے ہم نے
ان مکانوں کو خبر ہے نہ مکینوں کو خبر
اُن دنوں کی جو گپھاؤں میں گزارے ہم نے

ہاتھ ڈھلتے گئے سانچے میں تو تھکتے کیسے
نقش کے بعد نئے نقش نکھارے ہم نے
کی یہ دیوار بلند اور بلند اور بلند
بام و در اور ذرا اورسنوارے ہم نے

آندھیاں توڑلیا کرتی تھیں شمعوں کی لویں
جڑ دیے اس لیے بجلی کے ستارے ہم نے
بن گیا قصر تو پہرے پہ کوئی بیٹھ گیا
سو رہے خاک پہ ہم شورشِ تعمیر لیے

آج کی رات بہت گرم ہوا چلتی ہے
آج کی رات نہ فٹ پاتھ پہ نیند آئے گی

(کیفی اعظمی)